انشا کا ترکی روزنامچہ

ڈاکٹر سیّد نعیم الدین

انشا کا تُرکی روزنامچہ

SIDDIQUI OLD END NEW BOO
42-THE MALL REGAL CH
HALL ROAD, LAHORE
0300-4472132-0323-4472132

ترجمہ، ترتیب و تحشیہ

ڈاکٹر سیّد نعیم الدّین

ترقی اُردو بیورو۔ نئی دہلی

INSHA KA TURKEE ROZNAMCHA _ DR. SYED NAIMUDDIN.

© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

سنہ اشاعت 1980 ـــــ 1902 شک

پہلا ایڈیشن: 1000

قیمت :

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 627384
★ MAILSI ★

سرورق : مالا مجمدار

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

کتابت : صغیر احمد صدیقی

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

ڈائرکٹر بیورو فار پرموشن آف اُردو (ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی 110022)
نے ترقی اُردو بورڈ، وزارتِ تعلیم و ثقافت، حکومتِ ہند، نئی دہلی کے لیے جے۔ کے
آفسٹ پرنٹرز جامع مسجد دہلی سے چھپوا کر شائع کیا۔

پیش لفظ

اُردو زبان کی ترویج واشاعت کے لیے حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم وثقافت کے تحت ترقی اُردو بیورو کے ذریعے جن لائحوں اور منصوبوں کو عملی شکل دی جارہی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مختلف جدید علوم پر کتابیں ماہرین سے لکھوائی جائیں اور ان علوم سے متعلق اہم مغربی ومشرقی کتابوں کے تراجم شائع کیے جائیں جو نہ صرف زبان بلکہ قوم کی ترقی میں بھی مفید ومعاون ثابت ہوں۔

اس منصوبے کے تحت ترقیِ اُردو بیورو اب تک خاصی تعداد میں کتابیں شائع کر چکا ہے۔ ان میں شعر وادب، تنقید، لسانیات، تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، تجارت، زراعت، اُمورِ حکومت، معاشیات، عمرانیات، قانون، طب، فلسفہ اور نفسیات پر اعلیٰ کتابوں کے علاوہ تعلیم بالغان، بچّوں کے ادب، سائنس اور تکنیکی علوم سے متعلق ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جو اُردو کی نصابی ضرورتوں کو بھی کسی حد تک پورا کر رہی ہیں۔ ان موضوعات پر اچھی، آسان اور معیاری کتابوں کی جو کمی اُردو حلقوں میں شدّت سے محسوس کی جارہی تھی وہ بیورو کے ذریعہ آہستہ آہستہ پوری ہورہی ہے۔ ترقیِ اُردو بیورو کی شائع کردہ کتابیں حُسنِ طباعت کا ایک معیار قائم کرتی ہیں اور ان کی قیمت بھی نسبتاً کم رکھی جاتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان کتابوں کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے۔

ترقیِ اُردو بیورو کے جامع منصوبوں کے تحت اُردو انسائیکلوپیڈیا، اُردو لُغت (کلاں)، اُردو لُغت (برائے طلبہ)، انگریزی اُردو لغت، اُردو انگریزی لُغت، بنیادی متون کی اشاعت، اُردو کتابیات کی تیاری اور مختلف علوم کی اصلاح سازی کے کام بھی جاری ہیں۔ ان کی تکمیل کے لیے ہمیں مُلک بھر کے ماہروں کا تعاون حاصل ہے۔

زیرِ نظر کتاب ترقیِ اُردو بیورو کے اشاعتی پروگرام کا ایک جُز ہے۔ ہمیں اُمّید ہے کہ اُردو داں حلقوں میں اس کتاب کی بھی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

شمس الرحمٰن فاروقی

ڈائرکٹر، ترقیِ اُردو بیورو، نئی دہلی

اپنے شفیق اُستاد

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نام

سید نعیم الدین

فہرست مندرجات

مقدمہ	7
ترجمۂ متن	21
حواشی	49
اشاریہ	63
(الف) اشخاص	
(ب) اماکن	

مُقدّمہ

انشا کے تاج شہرت میں ان کی ترکی دانی کا بھی نگینہ جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ علاوہ ان ترکی اشعار کے جو کلیات انشا میں منتشر طور پر ملتے ہیں، انھوں نے روزنامچے کی شکل میں اپنی روزانہ زندگی کے کچھ واقعات بھی ترکی میں لکھے ہیں۔ قتیلؔ نے اپنے ایک رقعے میں انشا کے 'احوال خود' لکھنے کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"خاں صاحب روزیکہ من ایں خط بخدمت شاں رسانیدہ ام دو خط نوشتہ بودند یکی متضمن احوال خود کہ ہر روزی نویسند و آں را در ڈاک سپردہ بودند دومین ....."

جیسا کہ ڈاکٹر آمنہ خاتون نے ایک جگہ لکھا ہے اغلب ہے کہ اس سے مراد ترکی روزنامچہ ہو[1]۔ اس روزنامچے کے کچھ اوراق رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہیں (مخطوطہ ترکی، ق، ۱۵۵)۔ اس کے تعارف کرانے کا سہرا مولانا عرشی کے سر ہے[2]۔

---

[1] قتیل (مُرتب: خواجہ امامی): رقعات مرزا قتیل، رقعہ نمبر ۸۰، ص ۶۶، کانپور، ۱۲۹۰ھ
ڈاکٹر آمنہ خاتون (مرتبہ): لطائف السعادت، ص ۱۰، میسور، ۱۹۵۵

[2] امتیاز علی خاں عرشی (مقالہ نگار): (۱) رسالہ پریم۔ ص ۱۱ تا ۱۲، لاہور، جون ۱۹۴۵ (ب) نیا دور۔ لکھنؤ، اپریل ۱۹۶۰

اس ڈائری میں ماہ جمادی الاول (۱۲۲۳ھ) کی اٹھارویں تاریخ سے لے کر ماہ جمادی الثانی کی چوبیسویں تاریخ تک کے حالات درج ہیں۔ آخر میں پچیس (جمعہ) تاریخ دی گئی ہے، لیکن حالات کے اوراق یہاں سے ضائع ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بات قابلِ ذکر یہ ہے کہ 'تقویم ہجری و عیسوی' کے مطابق ۱۲۲۳ھ کے ماہ جمادی الاول میں جمعرات ۱۳ یا ۲۰ کو آتا ہے،[۳] ۱۸ کو نہیں۔ اس تاریخ کو منگل آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انشا کو دِنوں کے سلسلے میں غالباً سہو ہوا ہے۔ ۲۲ جمادی الثانی کا کوئی اندراج نہیں۔ ۲۳ جمادی الثانی کو ڈائری کے پیشِ نظر جمعرات لکھنا چاہیے تھا لیکن لکھا بدھ ہے۔ تقویم کے لحاظ سے اِس دن منگل تھا۔ دن، تاریخ اور ماہ عربی اور ترکی دونوں زبانوں میں لکھے ہیں۔

ڈائری کا سائز ۱۵ × ۲۱ سنٹی میٹر (متن: ۸٫۵ × ۱۳٫۵) ہے۔ کل اوراق ۲۴ ہیں۔ کاغذ پرانا کشمیری ہے۔ جلد نئی نیلے رنگ کی ہے۔ کم و بیش ہر صفحہ کرم خوردہ ہے۔ عنوانات سُرخ روشنائی میں دیے گئے ہیں۔

اس ڈائری کے اِملا کی بعض قابلِ ذکر خصوصیات یہ ہیں: 'ک' اور 'گ' میں تفریق نہیں کی گئی ہے۔ معروف اور مجہول (ی) میں بھی فرق نہیں دکھایا ہے۔ (ی) کے نیچے ہمیشہ دو نقطے دیے ہیں۔ کبھی کبھی ترکی الفاظ میں زائد (ی) بھی استعمال کی ہے، مثلاً تو یوق گوچی لاری، دے دی لاری۔ (ٹ) اردو میں جس طرح آج کل لکھی جاتی ہے لکھی ہے۔ کہیں کہیں اس پر چار نقطے دیے ہیں۔ ترکی لفظ 'ایچماق' کو ایک جگہ 'ایشماق' لکھا ہے۔

انشا نے یہ روزنامچہ ترکی زبان کے اس 'لہجے' میں لکھا ہے جسے چغتائی کہا جاتا ہے[۴]۔ ہندوستان میں بابر سے لے کر انیسویں صدی میں انشا تک اسی زبان میں منثور و منظوم کچھ کتابیں اور رسالے لکھے گئے ہیں۔ یہ ترکی زبان کی وہ شاخ ہے جو وسط ایشیا میں پھلی

۳؎ ابوالنصر محمد خالدی (مرتب): تقویم ہجری و عیسوی، ص ۶۲، دہلی ۱۹۳۹ء۔

۴؎ چغتائی زبان و ادب کے لیے فواد کوپرولو کا مضمون ملاحظہ ہو: چغتائی ادبیاتی، صفحات ۲۷۰ تا ۳۲۳ مشمولہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۳، استنبول ۱۹۴۵ء۔ چغتائی ادب کے نمونوں کے لیے دیکھیے ڈاکٹر سعادت چغتائی کی کتاب 'ترک لہجہ لری اورنک لری' انقرہ، ۱۹۵۰ء۔

پھولی اور جیسے نوائی اور بابر نے اپنی تصانیف سے اعتبار و وقار بخشا۔ خاندانِ مغلیہ کے بعض بادشاہ، شہزادے اور امرا بھی یہ زبان جانتے تھے۔ بابر، بیرام خاں اور کامران نے اس میں دادِ سخن بھی دی ہے۔ انیسویں صدی میں خاندان مغلیہ کے ایک فرد اظفری کے علاوہ انشا اور ان کے ہم عصر قتیل اور رنگین بھی ترکی سے واقف نظر آتے ہیں۔

انشا نے اپنے روزنامچے میں متداول چغتائی گرام کا اتباع کیا ہے۔ اس میں 'اولماق' کی بجائے 'بولماق' اور 'وارماق' کی بجائے 'یارماق' اور اس قبیل کے مصادر بے تکلف آئے ہیں۔ ضمائر میں 'بین' کی بجائے 'مین' آیا ہے۔ صفات ضمیری (مبہم ضمیروں) میں 'سب' کے لیے 'بارچہ' اور سے ترکی میں مطاوعت ضمیری کہتے ہیں، اس کے لیے 'اوز' (خود) استعمال ہوا ہے۔ صفات ذاتی میں 'کورکولک'، 'چرایلیک' (خوب صورت) اور یخشی (اچھا) بہت استعمال ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں فضیلت کے اظہار کے لیے 'راق' کا لاحقہ لایا گیا ہے۔ جیسے یخشی راق = بہت اچھا۔ یہ لاحقہ عثمانی زبان اور مشرقی ترکی دونوں میں مشترک ہے اور آج بھی ترکی زبان میں حالیہ معطوفہ (ALGERUNDIFI) کے روپ میں نظر آتا ہے (جیسے 'چالیشہ راق' میں)۔

اسم کی مختلف حالتیں اس طرح ہیں:

نینک (NING) = ـــ کا (اضافی حالت)

ـــ نی = ـــ کو (مفعولی حالت)

ـــ غہ، قہ = ـــ (ظرفی حالت)

ـــ دین = ـــ سے (طوری حالت، ابلے ٹیو)

انشا جہاں آج کل ظرفی حالت استعمال کی جاتی ہے اکثر مفعولی حالت اختیار کرتے ہیں مثلاً:

ڈاکٹرنی ارشاد بولدی (۴ الف)

سیماب نی نیر سہ شمول بولغای (ایضاً)

کہیں کہیں اضافی حالت میں بھی مفعولی حالت استعمال کی ہے مثلاً ہر جگہ 'تومکارہ ین نینگ' لکھا ہے لیکن ایک جگہ ورق ۱۵ الف پر 'تومکارہ ین نی' لکھا ہے۔ اسی طرح 'سوزنی ترکیب'،

(۵ الف) بھی ہے[۵]

اسمار وغیرہ کے آخر میں آنے والے حروف ربط (POSTPOSITION) میں 'گو نچہ'، 'کو نچہ'، 'کیچہ' بہت استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً قیام عقدِ ثُریا کیچہ[۶] (= قیام عقدِ ثریا تک ۲ الف)، ایمدی کیچہ (= ابھی تک، ۲۰ الف)، تانک آت کو نچہ[۷] (= پو پھٹنے تک، ۱۵ الف)

حروف تصغیر، کینہ، گینہ (غینہ) جو ایغور زبان اور کوک ترکی میں موجود ہیں مشرقی ترکی میں بھی رائج ہیں۔ انشا کے روزنامچے میں ان کا کہیں کہیں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً 'از کینہ' (= تھوڑ سا، ۶ ب) ایک جگہ بخشی راق کینہ (بخشی + راق + کینہ) بھی لکھا ہے۔

اسم فاعل امر میں 'گوچی' لگا کر بنایا ہے[۸]۔ مثلاً ایشتگوچی (ایشت + گوچی = سامع)، سیوگوچی (سیو + گوچی = عاشق)۔ ایک جگہ اسم پر بھی 'گوچی' لگا کر اسم فاعل بنا لیا ہے جیسے 'تیوق گوچی'، (تیوق: ایک قسم کی نظم لکھنے والا) 'غو'، اور 'گو' کی مدد سے اسم مصدر بھی وضع کئے ہیں مثلاً سوار غو (سور + ا + غو = سوال)، ایتا غو (ایت + ا + غو = جواب۔

روزنامچے میں 'کورگونگ'، (بمعنی دیدنی، خوبصورت) بھی بہت آیا ہے۔ لاحقہ 'کولک' صاحب

---

۵ اوزبکی زبان میں 'نینگ' کی بجائے 'نی' آتا ہے۔ ہینڈ بوخ در اورینٹالسٹک۔ التائیسٹک۔ ترکالوجی۔ پروفیسر اینی میری فان گبائین کا مضمون: وسط ایشیا کی ترکی، ص ۱۴۵۔

۶ نوائی میں 'کیچہ' (= غنچہ) کی مثال ملاحظہ ہو:

"ارزالی دین اشرافی غچا دعامی سیدین دانش مندی غچہ . . . . . " ص ۳۲، محاکمۃ اللغتین مرتبہ رابرٹ دے وے رو، لائیڈن، ۱۹۶۶۔

۷ نوائی کے ایک شعر میں 'تانک آت کو نچہ' آیا ہے

کیشی وصال تونی یاری بیرلہ یا تغو نچہ
جمالی شمعی غ قیلسون نظر تانک آتغو نچہ

ص ۱۰۵ مبانی اللغت تالیف میرزا محمد مہدی خاں، مرتبہ دینی سن راس، کلکتہ، ۱۹۱۰۔

۸ مبانی اللغت میں اسم فاعل کی اس قبیل کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ص ۲۷، ۳۲۔

مبانی کے قول کے مطابق لیاقت وقابلیت کے اظہار کے لیے آتا ہے (۹)
انشا نے خالص ترکی مصادر کے علاوہ عربی فارسی الفاظ کی مدد سے بھی مرکب افعال وضع کیے ہیں۔ یہ زیادہ تر قیلماق، کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔ انھیں جدید ترکی میں 'امدادی فعل' 'ایتمک سے بنایا جاتا ہے۔
انشا نے حالیہ معطوفہ (GERUNDIVES) بھی کثرت سے استعمال کیے ہیں۔
چغتائی زبان پر فارسی غالب ہے۔ انشا کے روزنامچہ پر بھی اس کے اثرات قدم قدم پر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے کہیں کہیں فارسی فقروں کا براہِ راست ترجمہ بھی کر دیا ہے مثلاً 'ملاحظہ ایچرہ یتشتی کہ چشمک اورماق' اوراون اور ماق' بالترتیب 'درملاحظہ رسید، چشمک زدن، اور صدا زدن کا ترجمہ ہے۔

انشا کی مادری زبان اردو تھی اس لیے فطری طور پر اس کی ترکی تحریر میں اردو، ہندی کے الفاظ بھی آگئے ہیں مثلاً مورچھل، چائے پانی وغیرہ۔ جس طرح وہ فارسی میں 'پھسلاو کردن' لکھ جاتے ہیں اسی طرح ترکی میں 'نکی قیلار' (۳ الف) لکھا ہے جس کا مطلب 'نکی کرنا' ہے (۱۰)۔ 'جواب' اگرچہ عربی ہے لیکن انشا نے اسے خالص اردو کے مفہوم میں استعمال کیا ہے یعنی اس سے نفی مراد لی ہے۔ خاص کر دربار میں جس دن باریابی کی اجازت نہ ہو تو کہتے ہیں کہ 'جواب بار' (جواب ہے) یعنی باریابی کی اجازت نہیں ہے (۱۰ اب، ۱۵ الف، ---) اور رہاں چائے پانی جو خالص ہندوستانی چیز ہے اس کا تو روزنامچے میں روز دَور چلتا ہے۔
ایک قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ فعل کے آخر میں، خاص کر جمع کے صیغے میں، 'لار' کی بجائے انشا نے اکثر 'لاری' استعمال کیا ہے اِسے املا کی بھی خصوصیت کہہ سکتے ہیں۔ انشا جمع الجمع بھی بہت استعمال کرتے ہیں جیسے اطبالاری (۵ ب)،
حضارلاری (۹ الف) خدام لاری (۹ اب)۔

---

(۹) " دیگر غولوق وگولوک است کہ افادۂ معنیِ قابلیت می کند، مثل آلغولوق بمعنی گرفتنی ...."
ص ۵۷

(۱۰) ۹۔ پھسلاو کردن کے لیے دیکھیے لطائف السعادت، مرتبہ آمنہ خاتون، ص ۴۸، میسور، ۱۹۵۵ء۔
ب۔ نکی کرنا اردو میں جانور کے سلسلے میں استعمال ہوتا ہے۔ حواشی ملاحظہ ہوں۔

مرور زمانہ سے انشا کی ترکی اور وسط ایشیا کی معیاری ترکی میں بہر حال فرق پیدا ہوگیا مثلاً فارسی کے 'دیگر' کی بجائے نوائی اور بابر اپنی عبارت میں جملے اکثر 'یانا' سے شروع کرتے ہیں۔ انشا 'یانا' کی بجائے 'ایری' استعمال کرتے ہیں یہ بھی فارسی کے لفظ 'دیگر' کا مترادف ہے۔

ملتن میں ابیات کے لیے 'تیوق لر' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ 'تیوق' کی جمع ہے جو ترکی نظم کی ایک قسم ہے۔ چودھویں صدی ترکی کے ایک شاعر قاضی برہان الدین کے ہاں اس صنف میں معتدبہ کلام ملتا ہے۔ (نہاد سامی بانارلی: ترک او بیاتی تاریخی، ص ۱۱۱، استنبول)

لیکن انشا نے ظاہراً یہ لفظ بیت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ انشا "تیوق" کو ہمیشہ بیت اور شعر ہی کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں مثلاً دیکھیے ورق ۲۳ ب۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں 'تیوق' کے معنی بدل گئے تھے چنانچہ اظفری نے اپنی فرہنگ میں تیوق کے معنی "اشعار تجنیس و شعر مطلق" کے دیے ہیں (ورق ۱۱۲ الف)

ایک لفظ فیلدا شپ (فیلدا شماق سے) دو تین جگہ استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ چغتائی کے متداول لغتوں میں مجھے نہیں ملا۔ البتہ فرہنگ اظفری میں نظر آیا جو ہندوستان میں لکھی گئی ہے۔ اسی طرح مہینوں اور دنوں کے نام بھی صرف فرہنگ اظفری میں ملے۔

'اچیغ لیغ' کے معنی لغت میں 'متمول' دئے ہیں۔

انشا نے یہ لفظ اچار کی تعریف میں لکھا ہے۔ روزنامچہ میں ایک جگہ 'ہوہو' بھی آیا ہے۔ میں نے اس کے معنی 'ہاں' کے لئے ہیں۔ یہ لفظ (ہاو) کی شکل میں سلیمان افندی کی لغت چغتائی اور اظفری کی فرہنگ میں ملا۔ (لغتِ چغتائی، ص ۲۸۶، کالم ۱، فرہنگ اظفری۔ مخطوطہ۔ ورق ۲۷۴ ب، کاما انسٹیٹیوٹ لائبریری بمبئی)۔ دکنی اردو اور مراٹھی میں بھی 'ہاں' کی بجائے 'ہو' بولتے ہیں۔

'یغاج یکینی' مرکب شکل میں کسی فرہنگ میں نہیں ملا۔ یغاج کے معنی درخت اور یکینی کے معنی خفیف کے ہیں۔ میں نے اس کا ترجمہ تخت کر دیا ہے۔ کوٹھی فرح بخش میں ایک تخت گاہ تھی جس کو قصر سلطان کہتے تھے (دیکھیے نجم الغنی خاں کی تاریخ اودھ، حصہ چہارم، لکھنؤ، ۱۹۱۹، ص ۸۶)

یغاج یکینی سے شاید یہی تخت گاہ مراد ہو۔

'ایرمد' (ورق ۲ ب) فی الحال دستیاب شدہ کسی فرہنگ میں نظر نہیں آیا۔ سلیمان افندی کی لغتِ چغتائی اور اظفری کی فرہنگ کے علاوہ میرے پیش نظر سنگلاخ، مبانی اللغت، ازمہ تارامہ سوزلغو ہے

ترجمہ کرتے ہوئے جہاں عبارت سمجھ میں نہیں آئی وہاں میں نے سوالیہ نشان ؟ لگا دیا ہے۔ مثلاً ورق ۳ الف پر دو جگہ عبارت سمجھ میں نہیں آئی:

(الف) ایک جگہ لکھا ہے ... مقامات میں حقیقت نہیں ہے ؟ میں نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: زمین ہموار نہیں ہے۔

(ب) ہرن نکی کرتا ہے ... (اس کے بعد کی عبارت سمجھ میں نہیں آئی)۔ ورق ۴ پر قیام الہ آباد کے سلسلے میں پہلا جملہ واضح نہیں۔ ورق ۷ ب پر "سانپ ایسے گرم نہیں ہوتے کہ پرندوں کو رکھ لیں ؟" مبہم ہے۔

۸ الف: پوری رات بادل برسے کے بعد، واضح نہیں۔

۷: الف: سنگر سوت، رمالوی، واضح نہیں۔

ورق ۲۰ ؛ تعجب نہیں دکھایا ہے۔ میں نے سیاق وسباق کی مناسبت سے اس طرح ترجمہ کیا ہے: 'عجوبہ نہیں دکھایا'۔

ورق ۱۰ الف پر "یہ تو بگڑی نہیں ... سے اور بات موزوں ہو جاتی ہے" تک ساری عبارت متن میں اُردو ہی میں ہے۔ اسی طرح ورق ۲۰ ؛ پر تین جملے اور ۲۰ ب پر ۵ جملے اُردو میں ہیں۔

زبان کے علاوہ روزنامچہ بالخصوص اہم ہے کہ اس سے نواب سعادت علی خاں اور انشا کے حالات اور باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے اور اس سلسلے میں بعض ایسی جزئیات دستیاب ہوتی ہیں جو کہیں اور نہیں ملتیں۔ اور ایسی باتیں بھی ملتی ہیں جن کا ذکر دیگر تواریخ اور تذکروں میں ہوا ہے۔ اس لحاظ سے انشا کے بارے میں متداول معلومات کی تائید بھی ہو جاتی ہے۔ مثلاً انشا نے 'سلک گہر' میں اپنے والد کی دولت وسخاوت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ڈائری سے بھی پتہ چلتا ہے کہ انشا کے والد متموّل تھے لیکن گھر نہیں بنایا تھا۔ (۲۴ الف) انشا کی والدہ ۱۲۲۳ھ تک زندہ تھیں۔ ۱۹ویں جمادی الاوّل کے واقعات میں انشا نے لکھا ہے کہ میں آج والدہ کی قدم بوسی کے لیے مفتی گنج گیا (اب)۔

انشا کے تین بیٹے تھے۔ پہلا بیٹا تعالیٰ اللہ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۱۷ھ میں فوت ہوا۔ دوسرے لڑکے (انشکر اللہ) کا انتقال ۱۲۲۲ھ میں ہوا (۱۲)۔ مزید براں قتیل کے ایک رقعے

---

(۱۲) انشا، مرتبہ: آمنہ خاتون، لطائف السعادت صفحات ۱۶۴ - ۱۶۶

(مرقومہ ۱۲۲۶ھ) سے واضح ہوتا ہے کہ انشا کا ایک بچہ اس وقت زندہ تھا۔ یہی وہ بچہ معلوم ہوتا ہے جس کا ایک لطیفہ انشا نے ۱۲۲۳ھ کے حالات میں درج کیا ہے۔

انشا مرشدآباد میں پیدا ہوئے۔ اپنی ترکی ڈائری میں نواب سعادت علی خاں کے اس سلسلے میں سوال پوچھنے پر انھوں نے خود اپنے وطن کی صراحت کردی ہے (۲ب) البتہ ان کی پیدائش کے سنہ کے متعلق متعین طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی ڈائری میں، سنہ ۱۸۰۸/۱۲۲۳ میں، ۱۶، جمادی الثانی کو وہ اپنی عمر پچاس برس کی بتاتے ہیں۔(۲۰ الف) گویا خود انشا کے قول کے مطابق ان کی پیدائش ۶۰-۱۷۵۹/۱۱۷۳ میں ہوئی ہوگی، (۱۱۷۳=۵۰-۱۲۲۳) لیکن یہاں یہ بھی قابلِ غور ہے کہ انشا کے اس سنہ میں پچاس کی عمر بتانے پر نواب نے ازراہِ طنز یہ کہا:

"کیا خوب، ادھر دیکھیے، سبحان اللہ، چہ خوش،
آپ پچاس برس کے ہیں۔" (۲۰ ب)

اس پر انشا نے نواب ہی سے اپنی عمر کی بابت پوچھا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا:

"صاحب مجھے تمہارا راز فاش کرنا کیا ضرور ہے"

اس سے محسوس ہوتا ہے کہ انشا ۱۲۲۳ھ میں نواب کو پچاس سے زیادہ معلوم ہوتے تھے۔ اگر چار سال بڑے مان لیے جائیں تو تاریخ پیدائش ۱۱۶۹ھ ہوتی ہے۔ آج کل ان کی تاریخ ولادت ۱۱۶۹ھ کے لگ بھگ ہی مانی جاتی ہے۔

یہ واضح ہے کہ انشا چوڑی ہاڑ کے صحت مند آدمی تھے۔ ذاتی گھر رکھتے تھے۔ اس میں ایک چھوٹا سا حوض بھی تھا (۲۴ الف) اور وہ ایک دوا (فشار الحمار) کھا کر اس حوض میں غوطہ لگا لیا کرتے تھے (۱۳)۔ لذیذ کھانوں اور اچار کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ نواب کے اچار پیش کرنے پر پہلے انگلی ہی سے کچھ لے کر چکھا پھر نواب کے کہنے پر پورے پر ہاتھ صاف کر ڈالا۔ بعد میں حسرت سے کہا کاش میں یہ سب گھر لے جاتا۔ کھانے کے ساتھ کھاتا تو خوب مزا آتا (۶ ب) صاحب مخزن الغرائب نے لکھا ہے کہ نواب، انشا کو دو وقت اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے[۱۴]۔ لیکن ڈائری سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب انہیں زیادہ سے زیادہ اچار چٹا دیا کرتے تھے! انشا

---

(۱۳) لطائف السعادت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے صفحات ۵۶، ۵۷۔

(۱۴) بحوالۂ ورق ۶۰ ب دستور الفصاحت (از یکتا، مصححہ عرشی) ص ۱۰۵ (نوٹ)، رامپور ۱۹۴۳۔

کی سواری کھڑکھڑی تھی (۱۵ الف)

انشا شیعہ تھے اور انھیں اپنے عقائد سے بڑی وابستگی تھی۔ مولانا اصمعی اور حضرت عقیل کے حوالے سے انھوں نے جو واقعات نواب کو سنائے ان سے اس کی توثیق ہوتی ہے (ورق ۱۲، ۱۳) ایک دن کا ذکر کرتے ہوئے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے حاضری عباس تیار کی، خود بھی کھائی اور مومنوں کو بھی کھلائی۔ لیکن وہ کورے، خشک مذہبی انسان نہیں تھے۔ طبیعت میں ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی۔ لطیفوں اور چٹکلوں سے خود بھی محظوظ ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی محظوظ کرتے تھے۔ لطائف السعادت، (ص ۵۴، ۵۵) میں ہے کہ ایک دفعہ نواب نے پوچھا کہ جیم کے بعد چیم کیوں نہیں بولتے۔ (۱۵) اس پر انشا کو اس قدر ہنسی آئی کہ وہ فرش پر بے اختیار لوٹنے لگے۔ ایک واقعے کے سلسلے میں وہ خود اپنی ڈائری میں بھی لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہنسنے کی بات نہ تھی پھر بھی میں ہنسا اور خوب ہنسا (۵ الف)۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں اتنا ہنسا کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ ایک دفعہ نواب نے 'تلوار باز' کی ترکیب استعمال کی' انشا بہت ہنسے۔ ساتھ ہی اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اس میں لطیفہ اور بذلہ نہیں تھا لیکن 'تلوار باز' کی ترکیب عجیب تھی اس لیے میں بہت ہنسا اور حضور بھی بہت ہنسے۔

انشا کی طبعِ شوخ اکثر نئے نئے گل کھلاتی رہتی تھی۔ وہ سرد کو ملوں کو بھی دہکا سکتے تھے (۱۸ الف، ب) لیکن انشا کا کام ہنسنا ہنسانا اور اس قسم کے شعبدے دکھانا ہی نہ تھا وہ عالم و حکیم کی حیثیت سے بھی مشہور تھے۔ ایک تذکرہ نگار نے لکھا ہے کہ "فن حکمت میں ثانی بوعلی سینا تھے" لیکن جیسا کہ ڈاکٹر مختار الدین احمد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

"اس رائے میں بڑا مبالغہ ہے یہ تو ان کے باپ حکیم میر ماشاء اللہ خاں کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا (جو طبیب پیشہ تھے) انشا اس عہد کے دستور کے مطابق طب ضرور

---

(۱۵) پرانی ترکی میں جیم کے بعد چیم بولتے تھے۔ آج بھی بعض اہلِ حیدر آباد جیم کے بعد چیم بولتے ہیں۔ ترقی اردو بورڈ کی ایک اصطلاح ساز کمیٹی کے اجلاس منعقدہ سری نگر میں ایک دکنی عالم کے چیم بولنے پر بعض حضرات نے مذاق اڑایا تھا اور بڑی بدمزگی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی وضاحت کے بعد معاملہ رفع دفع ہوا۔

جانتے تھے لیکن وہ آبائی پیشے کی طرف متوجہ نہ ہوئے ۔" (۱۶)

طب کے بارے میں ان کی معلومات زیادہ وسیع اور گہری نہیں معلوم ہوتیں ۔ ایک دفعہ نواب نے ان سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ سیماب میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں کتاب پڑھ کر عرض کروں گا ۔ اس پر نواب نے کہا کہ بوعلی خاں حکیم سے پوچھ کر بتاؤ (۴ الف) بہر حال نواب سعادت علی خاں کبھی کبھار ان سے اپنے لیے مقویات کے نسخے بھی لیتے رہتے تھے ۔ ایک مخلص دوست کی حیثیت سے وہ نواب صاحب کی صحت کا خود بھی خیال رکھتے تھے ۔ ایک دفعہ موصوف کے شانے پر انھیں ایک داغ نظر آتا ہے تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ میں ایک مرہم بنا کر لاتا ہوں آپ اسے ضرور لگائیں نواب کو ان کے اخلاص پر بڑا پیار آتا ہے اور وہ کہتے ہیں :۔

" اچھا صاحب ، بہت اچھا ، تم بنا لاؤ میں لگاؤں گا " (۱۱ ب) غرض انشا کا نواب صاحب سے تعلق " نانی نہیں ، دجانی ، معلوم ہوتا ہے (۱۷) ۔ نواب بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور انشا بھی اپنے آپ کو ان کے خاص مصاحبین میں شمار کرتے تھے ۔ دوسروں کو جس دن دربار میں باریابی کی اجازت نہیں ہوتی تھی اس دن بھی وہ دربار میں جا سکتے تھے (۱۹ الف) ۔ انشا نے ایک دفعہ بے تکلفی کی بنا پر دخل در معقولات بھی کیا تھا ۔ ڈائری اور لطائف السعادت دونوں میں اس کا ذکر موجود ہے ۔

بہر حال انشا بہت خلیق اور دوست نواز واقع ہوئے تھے ۔ نواب کے مصاحبین میں ہوس کے ساتھ ان کے بہت اچھے تعلقات تھے ۔ وہ ایک دن ہوس کا قصیدہ سن کر اس کی بے ساختہ داد دیتے ہیں (۲۳ الف) ۔ قتیل سے بھی ان کے مخلصانہ تعلقات معلوم ہوتے ہیں ۔ ایک دفعہ جب قتیل ان کے گھر آتے ہیں تو انشا انہیں قشار الحمار پیش کرتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ اپنے گھر کے حوض میں ڈبکی لگاتے ہیں ۔ (۴ الف اور ۲۴ الف) ۔

ڈائری سے انشا کی بعض تخلیقات کی تاریخوں کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ ابتداء ہی میں وہ سالگرہ والے قطعے کے ایک شعر کی توجیہ پیش کرتے ہوئے ایک معترض کا جواب دیتے ہیں (۱۲ الف)

---

(۱۶) حیدری (مرتب : مختار الدین احمد) : گلشن ہند ، ص ۲۲ دہلی ، ۱۹۶۷ ۔

(۱۷) یہ ترکیب عرفی کے ایک غیر معروف قصیدے سے لی گئی ہے ۔ دیکھیے " عرفی کے غیر مطبوعہ قصائد " مرتبہ راقم الحروف ۔ دہلی ، ۱۹۵۶

۲ب)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی یہ نظم ۱۲۲۳ھ میں لکھی گئی۔ ان کی ڈائری کے ایک اندراج سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۱۲۲۳ھ (جمادی الثانی) میں ایک غیر منقوطہ قطعہ لکھا جو 'کلام انشا' میں چھپ چکا ہے (ص ۲۴۰)۔ 'ٹوپی' ردیف والی غزل انھوں نے جمادی الثانی (۱۲۲۳ھ) کی پانچویں تاریخ کو لکھی (۱۰ب) اس غزل کی شانِ نزول یہ ہے کہ اس دن نواب کے محبوب خواجہ سرا آفرین علی خاں ایک عجیب سی پگڑی پہن کر آئے تھے، نواب نے کہا!

'یہ تو پگڑی نہیں فرانسیس کی ٹوپی ہے'

انشا نے اسے مصرعے کی شکل میں اس طرح گنگنا نا شروع کر دیا!

پگڑی تو نہیں ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی

اور بعد میں اسے نواب سے منسوب کر کے اسی زمین میں ایک پوری غزل لکھ ڈالی۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ انشا کی اکثر غزلیں اس طرح کی ہیں کہ کسی عالم میں سعادت علی خاں کی زبان سے ایک مصرع نکل گیا اور انشا نے اُسے پورا کیا۔ جیسا کہ محمد حسین آزاد نے 'آبِ حیات' میں لکھ دیا ہے۔

ان کی 'رانی کیتکی کی کہانی' ۱۲۲۳ھ ہی کے لگ بھگ لکھی گئی ہوگی اس لیے کہ ورق ۴۴ب کے اندراج کے مطابق نواب کے صاحبزادے اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔

انشا کو بول چال کی زبان کا بڑا خیال تھا۔ 'دریائے لطافت' کے علاوہ ان کی ڈائری سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فصاحت و بلاغت میں عام طور پر فرق نہیں کرتے اس لحاظ سے کہ بات چیت کرتے ہوئے کوئی شخص ان الفاظ کو ان کے خاص باریک معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے استعمال نہیں کرتا۔ بقول انشا:

"یہ موارد استعمال میں ایک ہوتے ہیں"

انشا اس سلسلے میں 'صنف، نوع اور قسم' کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ

"تینوں فی الاصل معنی کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن بول چال میں مترادف ہیں" (۱۱الف)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ 'دریائے لطافت' میں بھی انھوں نے 'فصیحوں' کا ذکر کرتے ہوئے اسی انداز میں فصاحت اور بلاغت کا ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے (۱۸)۔

---

(۱۸) (مترجم): دتا تریہ کیفی: 'دریائے لطافت' ص ۲۶، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء

نواب انشا کی علمیت کے بہت قائل تھے۔ انشا نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ راے رتن چند کہتے تھے کہ نواب ان کے بے حد مداح تھے اور کہتے تھے کہ

"بہت اچھا، شریف، عمدہ آدمی ہے۔ اس کی صحبت غنیمت ہے لیکن میں کیا کروں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں اس کی صحبت کا لطف اٹھا سکوں۔" (۱۳ الف) لطائف السعادت سے پتہ چلتا ہے کہ نواب انشا علم و فضل کے علاوہ 'پیغمبر زادے' کی حیثیت سے بھی ان کی قدر کرتے تھے۔

بہر حال نواب اور انشا دونوں علم دوست ہونے کے علاوہ بہت ظریف الطبع اور چٹکلے باز بھی تھے۔ انشا کا ایک شعر ہے:

رات وہ بولے مجھ سے ہنس کر چاہ میاں کچھ کھیل نہیں × ہیں ہوں ہنسوڑ اور تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہیں

آزاد کے خیال میں انشا اور سعادت علی خاں کا معاملہ اس کے مصداق تھا یعنی چونکہ انشا بے حد ہنسوڑ تھے اس لیے نواب سے نہیں بنی۔ فرحت اللہ بیگ نے بھی اپنی کتاب 'انشا' (ص ۳۸، دہلی ۱۹۴۳) میں یہی بات دہرادی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک حمام میں سب ہی ننگے تھے۔ نواب اکثر خود لطیفے سناتے تھے۔ چنانچہ 'لطائف السعادت'، اس پر شاہد ہے۔ ڈائری سے بھی ان کی ظریف الطبعی کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ وہ کبھی کبھی گندے مذاق کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ لیکن نواب بھی انشا کی طرح علمی استعداد رکھتے تھے۔ ایک دفعہ انشا سے ہوا ایک آدمی ہیں 'اصحاب' کا لفظ زائد بول جاتے ہیں تو نواب انہیں ٹوکتے ہیں کہ 'اصحاب' حذف کر دو (۲۳ ب)۔ لطائف سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو اس بے ٹوک دیا تھا کہ وہ مولانا روم کا ایک شعر غلط پڑھ رہا تھا۔ انہیں اردو شعرا کے اشعار بھی از بر تھے۔ ایک دفعہ سجاد کا ایک شعر بے ساختہ ان کی زبان پر آگیا تھا۔ نواب کے دربار میں اکثر ادبی، علمی اور دینی موضوعات پر مباحثے ہوتے تھے۔ نواب میں ایجاد کا بھی مادہ تھا۔ لطائف میں ہے کہ انھوں نے ایک ترازو ایجاد کیا تھا۔ ڈائری میں خاص قسم کی مسہری اور پنکھا بنانے کا بھی ذکر ہے۔ انہیں مصوری اور معماری سے بھی دلچسپی تھی اور جانوروں میں ہرن وغیرہ پالنے کا شوق تھا۔ (۲۰ الف، ۱۹ ب، ۲۱ الف)۔ اچھے اچھے کھانوں بالخصوص قتار الحمار اور اچار کے بہت شوقین تھے البتہ ایک بیماری سے شفا پانے کے بعد شراب نوشی کو بہت برا سمجھنے لگے تھے۔ امور سلطنت بھی بڑی تندہی سے انجام دیتے تھے۔ روزنامچہ میں نواب کے بالخصوص عدالتی کاموں میں دلچسپی

لینے کا ذکر آیا ہے یہاں یہ قابلِ ذکر ہے کہ سید محمد میر نے ' سوانحات سلاطین اودھ (تواریخ اودھ) اور سید غلام علی خاں نے 'عماد السعادت' میں نواب کے نظامِ عدل اور طریقہ تحقیقِ مقدمات کی بہت تعریف کی ہے۔ انشا کے روزنامچہ سے بھی اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ نواب کو وقت کا بھی بڑا خیال تھا۔ وہ اس کی خود بھی پابندی کرتے تھے۔ ایک مہمان کے وقت پر نہ آنے یعنی انڈین ٹائم ملحوظ رکھنے سے وہ پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستانی وقت کا معاملہ ہمارا پرانا مرض ہے!

انشا شوخ طبع تھے مگر وقت وغیرہ کی پابندی کا لحاظ رکھتے تھے۔ نواب سے ان کو بڑا لگاؤ تھا۔ ڈائری پڑھ کر انشا کی سادگی، خلوص اور بے ریائی میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ وہ ایک جگہ صاف لکھتے ہیں کہ میں اس بات پر بہت ہنسا اگرچہ ہنسنے کی کوئی بات نہ تھی۔ روزنامچہ سے پتہ نہیں چلتا کہ نواب کے شریکِ طعام رہے ہوں۔ دربار میں زیادہ تر کھڑے کھڑے ہی گذری مگر اس بانکے، بے ریا انسان کی داد دینی پڑتی ہے کہ ہر واقعہ بے کم و کاست لکھ دیا۔ اس نامکمل ڈائری سے بھی ایک ہنستے کھیلتے، تڑپتے مچلتے انسان کی خاصی مکمل تصویر ابھر آتی ہے۔ اور اردو کا یہ محبوب شاعر انسان کی حیثیت سے محبوب تر بن کر سامنے آجاتا ہے۔

ڈاکٹر سعادت چغتائی کی کتاب 'ترک لہجہ لری اور نک لری' انقرہ، ۱۹۵۰ء

ترجمۂ متن

۱، الف　　ماہ جمادی الاول کی اٹھارویں، دن جمعرات، سنہ ہجری بارہ سو تیئیس، آج جب کہ 'اومکارین' (جمادی الاول، کی اٹھارویں تاریخ، 'کیلدی گون' (یعنی دن جمعرات) اور سنہ مذکورۂ بالا ہے، حضور پرنور کی سال گرہ تھی۔ فرح۔ بخش (محل) میں تخت تیار کیا گیا تھا اور حضور پرنور 'چائے پانی' کی طرف متوجہ تھے۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے انھیں سلام کیا اور کہا: "حضور پرنور نے قصیدے نہیں سنے۔ اس وقت ایک قطعۂ تہنیت سماعت فرمائیے"۔ اور میں نے اس قطعے کو جسے تہنیت کے طور پر کہا تھا اور مذہب کر لیا تھا، اپنی جیب سے نکال کر حضور کے ہاتھ میں دے دیا۔ ارشاد ہوا: "تم پڑھو"۔ سات ابیات تھیں۔ میں نے وہ قطعۂ تہنیت پڑھا اور سب حاضرین سے کہا کہ آمین کہیں۔ سارے سامعین نے "آمین" اور "ماشاء اللہ"[1] کہا۔ 'عیسائی بزرگ' آئے اور بیٹھ گئے۔ حضور نے مجھ سے 'خوب خوب' کہا۔

دیگر یہ کہ خدا کے فضل سے جملہ امور روبراہ ہیں۔ اپنے گھر پہنچ کر حضرت عباس علیہ السّلام کی حاضری کا اہتمام کیا۔ مومنوں کو کھلائی اور خود کھائی۔ الحمد للہ علےٰ ذٰلک والصّلوٰۃ علےٰ رسولہ وآلہ الطّاہرین۔

آج کہ ماہ جمادی الاول کی انیسویں، روز جمعہ، سنہ ہجری بارہ سو تیئیس ہے میں آستانۂ عالی پر پہنچا اور دیکھا کہ سب لوگ لوٹ کر اپنے اپنے گھر جا رہے ہیں۔ کورنش کا موقع نصیب نہیں ہوا خاں صاحب رمضان علی خاں صاحب سے تھوڑی سی بات چیت کے بعد میں اپنی والدہ کی

---

[1] متن: انشاء اللہ

قدم بوسی کے لئے مفتی گنج گیا، (پھر) اپنے گھر لوٹ آیا۔

آج کی ماہ جمادی الاول کی بیسویں، دن سنیچر[2] سنہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سو تیئیس ہے، حضور پر نور فرح بخش میں تشریف فرما تھے۔ میں نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے انہیں سلام کیا۔ انھوں نے سر تک ہاتھ لے جاکر میرا سلام لیا اور فرمایا: "تم پر کس نے اعتراض کیا ہے۔" میں نے دست بستہ دس شیروں کی طرح چلا کر کہا:

"اس بیت پر جو میں نے اس طرح کہی ہے[3]:

جب تلک عقد ثریا ہے انشا اللہ

یونہی پڑتی رہے یہ تا صدوسی سالگرہ

یعنی ایک مصرع غیر محدود اور ایک مصرع محدود ہے۔ اس طرح دوسرے شعرا نے بھی کہا ہے۔ (مثلاً) ایک شاعر کہتا ہے:

۲، الف رباعی:

من عمر تو جاودانہ خواہم کہ شود

فرمانبر تو زمانہ خواہم کہ شود

ایں رشتہ کہ دارد گرہ سال گرہ

تسبیح ہزار دانہ خواہم کہ شود"

میری یہ باتیں سن کر حضور نے فرمایا: "اس میں (لفظ) تسبیح ہے"۔ میں نے کہا: "اگر تسبیح کا لفظ آیا بھی ہے تو کیا ہوا۔ مصرع اولیٰ میں لفظ 'جاودانہ' غیر محدود تھا اور ہزار محدود۔ اس کے علاوہ میں نے کہا کہ آپ کی ذات کے لئے جو میں نے دعا کی ہے اس میں میں نے یہ آرزو ظاہر کی ہے کہ اے خدا ممدوح کو قیام عقدِ ثریا تک زندہ رکھ اور یہ آرزو ممتنع ہے اور خداوند تعالیٰ ممتنع پر بھی قادر ہے اور مصرع ثانی میں میں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ممدوح کی عمر اس طرح ایک سو تیس سال تک ہو۔ میرا مدعا یہ تھا کہ خدا سے بین الممتنع والممکن دعا کروں۔

---

[2] متن میں 'یوم الجمعہ' لکھا ہے لیکن اس کے بعد ہی کے جملے میں 'یوم السبت' ہے۔

[3] یہاں اصل میں نواب معترض کا نام پوچھ رہے ہیں، لیکن انشا معترض کا نام بتانے کی بجائے اعتراض کی نوعیت واضح کر رہے ہیں۔

پہلا یعنی عقد ثریا تک ممتنع

دوسرا ایک سوتیس سال تک ممکن

حاصل مدعا یہ کہ اے خدا اس وقت تک جب تک کہ آسمان پر عقدِ ثریا قائم ہے اس الگرہ کی گرہیں ایک سوتیس ہوں۔ غرض میں اس طرح کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہوں کہ عقد ثریا کے قیام تک۔

۲، ب جب بھی میرے ممدوح کی عمر کے ایک سوتیس سال پورے ہو جائیں تو خدا ازسرِ نو اسے ایک سوتیس سال کی عمر عطا کرے اور اسی طرح اسے نئی زندگی عطا ہوتی رہے اور آخر تک یہ سلسلہ جاری رہے۔"

دیگر یہ کہ آج فرح بخش میں "چائے پانی" تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور بیٹھے اور سب لوگوں کو آم کا اچار دکھایا جسے بڑی خوب صورتی سے سفید رنگا گیا تھا۔ سب نے اس کی تعریف کی۔ میں نے کہا: "مربے میں یہ سفید رنگ ہوتا ہے اور اچار میں چوں کہ (بہت سارے) مسالے ملائے جاتے ہیں اس لیے اس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "درست کہتے ہو۔" میں نے کہا: "اگر اجازت ہو تو میں بھی ذرا سا اچار لے کر چکھوں۔" فرمایا: "کھالو۔" میں نے دو انگلیوں میں تھوڑا سا اچار لے کر اپنے منہ[1] میں ڈالا اور کھالیا۔ نفیس، عمدہ بہت اچھا اور شاندار۔ اس میں پودینہ ہے۔ اس کی خوشبو آرہی ہے اور اس کا رنگ ہرا ہے۔ سبحان اللہ، میں نے ایسا اچار آج تک، نہ کھایا نہ دیکھا۔ وہ چمکتی ہوئی برف کی طرح بہت ہی سفید ہے۔ دیگر یہ کہ حضور نے مجھ سے پوچھا: "تم مرشد آباد کے علاقے میں پیدا ہوئے ؟" میں نے کہا: "جی ہاں جی ہاں۔" دیگر میں نے حضور سے پوچھا: "اطراف و جوانب سے یہ اطلاع آئی ہے کہ بعض مقامات پر بارش ہوئی بادل برسے۔" آپ نے فرمایا: "کس جگہ؟

۳، الف میں نے نہیں دیکھا اور نہ میں نے اعتنا کی۔" دیگر یہ کہ میں نے کہا کہ لکھنؤ کا سارا علاقہ آپ ہی کے زیر سایہ ہے۔ اگر یہاں ایک نہر بنا دی جائے تو کتنا اچھا ہو۔ فصیح اللہ معمار بیس ہزار (پچیس ہزار) روپے میں ٹھیکہ لے لے گا۔ ارشاد ہوا: "فصیح اللہ معمار کے سر میں حماقت بھری ہوئی ہے۔ میں پچاس ہزار روپے مہاجن کے حوالے کیے دیتا ہوں جب بھی نہر بن جائے گی میں دے

---

[1] متن میں 'پوز' لکھا ہے جس کے معنی چہرہ کے ہیں۔ یہاں ظاہراً یہ لفظ 'اغز' (منہ) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

دوں گا۔ لیکن نہر لکھنؤ تک آئے گی کیسے کیوں کہ زمین ہموار نہیں ہے[5] کہیں ریگستان ہے، کہیں زمین اونچی ہے کہیں نیچی۔ دغرض کہ، الگ الگ طرح کی زمین ہے۔"

ماہ جمادی الاول کی اکیسویں، روز یک شنبہ، سنہ ہجری بارہ سو تیئیس، آج فرح بخش میں 'جائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر میں کورنش بجالایا اور ٹھہر گیا۔ میں (جو باتیں ہو رہی تھیں ان پر) جی ہاں جی ہاں کر رہا تھا۔ میں نے مذکورہ ہرنوں کے بارے میں حضور سے پوچھا کہ ان کا کیا معاملہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ جب بھی ہرن "نی" کرتا ہے ...... [6] تو کسی قدر چلانے لگتا ہے۔ مزید فرمایا کہ ہرن ایسی ہی حرکت کرتا ہے۔

ماہ جمادی الاول کی بائیسویں، روز شنبہ، سنہ ہجری نبوی بارہ سو تیئیس، آج فرح بخش میں حضورِ پُر نور کی خدمت میں آداب بجالایا اور ٹھہر گیا۔ حضور نے بطور شکوہ کچھ فرمایا۔ میں نے کہا: "یہ غلام حوض میں ایک پیر پر کھڑا رہے گا۔" آپ نے فرمایا: "تمھاری جسامت کے مطابق حوض کہاں ملے گا؟"؟ تیز 'عیسائی بزرگ' محل میں آئے اور کھانا کھانے لگے۔ میں بھی رک گیا اور اپنے وقت مقررہ پر گھر لوٹ آیا۔

ماہ جمادی الاول کی تیئیسویں کا احوال، روز سہ شنبہ، سنہ ہجری نبوی بارہ سو تیئیس، آج میں فرح بخش محل کے اندر پہنچ کر کورنش بجالایا۔ حضورِ پُر نور نے مجھ سے فرمایا: "آج کل تم دبلے ہو گئے ہو۔" میں نے کہا: "آپ کی عنایت سے میں بخیر و عافیت ہوں۔ وہ انگریزی مسہل جو آپ نے عنایت فرمایا تھا خدا کے فضل سے اس سے بہت فائدہ ہوا۔" ارشاد ہوا کہ تم پہلے قائل نہیں تھے اب مان گئے؟ تم نے پہلے کہا تھا کہ یہ دست آور دوا اتنی تھوڑی سی مقدار میں مجھے کیا فائدہ پہنچائے گی۔ میں نے کہا: "میں نے چھ قیراط خوراک لی تھی، کھانا ہضم نہیں ہوا اور نفخ کی کیفیت باقی ہے۔ ۴، الف/اب ایک خوراک اور عنایت ہو۔" حضور نے ڈاکٹر سے کہا: "ایک خوراک اور دے دو۔" مزید ارشاد ہوا: "میں ایک ایسا پنکھا بنا رہا ہوں جو خود بخود، بغیر کسی تحریک کے چلے گا۔" دیگر آپ نے پوچھا کہ رس کپور کے مرکب میں کون کون سی دوائیں شامل ہیں؟ میں نے کہا: "رس کپور مرکب نہیں ہے۔ احتمال یہ ہے کہ مفرد ہے"۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا:

---

[5] لفظی ترجمہ: مقامات میں حقیقت نہیں ہے (؟)

[6] یہاں عبارت سمجھ میں نہیں آئی۔

"رس کپور یعنی کافور کا رس ؟" میں نے کہا: "یہاں یہ مراد نہیں ہے۔ رس کپور سمیات کی قسم سے ہے۔" ارشاد ہوا: "سیماب میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں"؟ میں نے کہا: "کتاب پڑھ کر عرض کروں گا۔" آپ نے کہا: "بو علی خاں حکیم سے دریافت کرو۔" حسبِ ارشاد میں نے ان کو پوچھا۔ وہ اس وقت وہاں نہیں تھے۔

ماہ جمادی الاول کی چوبیسویں کا احوال، بدھ، سنہ ہجری، (۱۲۲۳) آج فرح بخش میں چاے پانی تھا۔ وہاں پہنچ کر میں سلام کر کے رک گیا۔ بہت سی باتیں ہوئیں۔ میں نے کہا: "مرزا قتیل کے ساتھ حوض میں غوطہ لگاتے ہوئے میں نے اچھی سی دوا اور تھوڑی سی غذا بھی کھالی تھی۔ کڑوے تیل میں ۴، ب، نفیس 'قثار الحمار' پکا تھا۔" حضور نے فرمایا: "قثار الحمار کاہے میں پکایا جائے۔" میں نے کہا: "باورچیوں نے کڑوے تیل میں پکایا تھا اور میاں ہوش مند علی خاں میرے ہمراہ تھے انھوں نے بھی قثار الحمار کھایا۔ اتنا عمدہ اور نفیس تھا کہ کیا بتاؤں، جس نے اسے کھایا اس کا دلدادہ ہوگیا۔" حضور نے فرمایا: "میں اپنے ہاتھ سے 'قثار الحمار' ایسا پکاتا ہوں کہ کیا کوئی باورچی پکا سکے گا۔" میں نے کہا: "گوشت کے ساتھ ؟" فرمایا: "بغیر گوشت کا۔ قثار الحمار میں پکا ہوا گوشت ایسا ہوتا ہے جیسا تنجن اور مزعفر میں ہوتا ہے۔"

دیگر الٰہ آباد کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے شہزادوں (یعنی) مرزا سلیمان شکوہ، مرزا سکندر شکوہ اور مرزا اکبر شاہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب اس وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ مرزا سکندر شکوہ بہت چھوٹے تھے۔ اکبر شاہ کو 'اکبل شاہ' کہتے تھے۔ میں نے بادشاہ کی بہت خدمت کی۔ میں ان کی خواصی میں بیٹھتا تھا۔ میرے ایک ہاتھ میں مورچھل ہوتا تھا اور ایک ہاتھ میں دھوپ سے بچنے کے لیے چھتری ہوتی تھی جو میگڈمبر کی خواصی میں نہیں پائی جاتی اور جس دن میں سنتا تھا کہ مجرائیوں کو باریابی کی اجازت نہیں ہے، میں پوچھتا تھا کہ کیا سواری کی بھی اجازت نہیں ہے۔ میرا مدعا یہ تھا کہ الف ر میں اس دن پڑھنے کی زحمت سے بچ جاؤں اور مکتب سے نجات ملے۔ اور جس دن بادشاہ کی سواری ہوتی اس سے پچھلی رات کا دربان آکر کہہ دیتا کہ صبح بادشاہ کی سواری ہوگی کمر باندھ کر مستعد رہو۔ اگر پہنچنے میں دیر ہو جاتی تو بادشاہ سلامت خود ہاتھی پر سوار ہو کر میرا انتظار کرتے۔ جب میں سلام کرتا مجھے خواصی میں سوار فرما کر چلتے اور اثنائے راہ میں بادشاہ مجھے کچھ دیتے، بادام، پستہ، قہوہ۔

دیگر یہ کہ ایک شمشیر باز آئینے سے ایسا ٹکرایا کہ شور اٹھا۔ حضور نے ہندی زبان میں فرمایا:

"بھائی ان تلوار باز کو کہہ دو کہ اگر ایسی ڈول کا چلنا ہے تو کوئی آئینہ گھر میں کاہے کو رہے گا۔"
یہ بات سن کر میں خوب ہنسا اور کہا: "کیا خوب ارشاد ہوا۔" اور میں بے تحاشا ہنسا ہرچند اس میں ہنسی کی کوئی بات نہ تھی لیکن اس فقرہ کی عجیب ترکیب تھی کہ تروار (تلوار) ہندی ہے اور باز فارسی میری یہ بات سن کر حضور بھی بہت ہنسے اور میں بھی بہت ہنسا۔ حضور نے میری ہنسی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے فرمایا: "درست" میں نے کہا: "جھوٹ نہیں اگر ایسی تلوار ہو اور ایسا راہ رو تو آئینے ۵، ب ر (سارے) ٹوٹ جائیں۔"
دیگر خدا کے حکم سے تمام معاملات درو براہ ہیں۔

الحمد للّٰه علیٰ ذالك والصلوٰة علیٰ نبیہٖ محمد وآله الطاهرین۔

ماہ جمادی الاول کی پچیسویں، روز پنج شنبہ سنہ ہجری بارہ سو تیئیس، آج زودت خانے میں "چائے پانی" تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سلام کیا اور ٹھہر گیا۔ حضور شراب نوشی کی خرابی کا ذکر فرما رہے تھے کہ یہ بہت بری ہے۔ میں نے کہا: "درست ارشاد ہوا اگر اعتدال سے متجاوز ہو۔" حضور پر نور نے میری یہ بات سن کر فرمایا: "اعتدال اور عدم اعتدال پر منحصر نہیں ہے ہر حالت میں یہ بری ہے۔ شراب معدے میں پہنچ کر تیزابیت پیدا کرتی ہے۔" میں نے کہا: "اطباء نے اسے پسند کیا ہے اور اس کے پینے کے قواعد اور وقت کا تعین کیا ہے۔ یہ روح کے لئے تقویت بخش ہے اگرچہ چربی کو تحلیل کر دیتی ہے (؟)" حضور نے فرمایا: "اگر تمہیں اعتبار نہیں تو پیو پھر تمہیں پتہ چلے گا۔" نیز حضور مجلس میں ہر شخص سے کچھ نہ کچھ بات کر رہے تھے۔ میں بھی جی ہاں جی ہاں کر رہا تھا۔ حضور نے میرے ساتھ بہت باتیں کیں اور سوالات کیے۔ میں سب بھول گیا۔ دیگر یہ کہ جس وقت حضور نے سب کو رخصت کر کے مجھے اندر ۶/ الف طلب کیا، میں نے دونوں ہاتھ باندھ کر پوچھا کہ یہ ہندی شعر کس کا ہے میں نے اسے حضور پرنور کی زبان سے سنا تھا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کس کا ہے۔ حضور نے توقف فرمایا اور کہا: "کون سا شعر؟" میں نے ہندی کا وہ شعر پڑھا۔ بیت:

چرخ کجباز نے بازار میں بے قدری کے
بیچا اکسیرِ محبت کے تئیں خاک کے مول

حضور نے فرمایا: "یہ بیت میری نہیں ہے۔ حکیم سجاد نام کا ایک شخص تھا اس کی ہے۔" اور دیگر اشعار پڑھے جو مجھے یاد نہیں۔
دیگر یہ کہ خدا کے حکم سے اور رسول صلعم اور ان کی آل کے تصدق سے ہر طرح خیریت ہے۔

الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

سنہ ہجری نبوی بارہ سو تیئیس، چھبیسویں، دن جمعہ آستانۂ عالی پر پہنچا اور یہ سن کر کہ فدویان بارگاہ کو باریابی کی اجازت نہیں ہے میں (اپنی کھڑ کھڑی سے) نہیں اترا۔

ماہ مسطور کی ستائیسویں، روز سنیچر، سنہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ مذکورہ الصدر آج فرح بخش میں اندرون خانہ 'چائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سلام عرض کیا اور ٹھہر گیا۔ حضور پرنور نے میرا سلام لیا اور فرمایا: "ایک زمانے میں، کلکتے میں، خیر سے میں دو وقت کھانا کھاتا تھا اس کے باوجود میں خود بخود دُبلا ہو گیا۔" حضور کا یہ ارشاد سن کر میں نے دست بستہ پوچھا: ۶، ب / "کیا سبب تھا؟ کیا فرق پڑ گیا؟" ارشاد ہوا: "کھانے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی پینے میں البتہ کچھ محسوس ہوا کہ پانی کی طرف میری رغبت کچھ کچھ کم ہو گئی۔" میں نے نیز یہ پوچھا: "اس کا آپ نے کیا علاج فرمایا؟" ارشاد ہوا: "جب میں اس علاقے یعنی کلکتے سے دوسری طرف چلا گیا تو وہ شکایت (خود بخود) رفع ہو گئی۔" نیز یہ کہ حضور نے اچار منگوایا اور خود اس کے فوائد بیان کیے اور لوگوں سے اس کی تعریف حد سے زیادہ کی میں نے کہا: "قوتِ شامہ نے تو لطف اٹھالیا قوتِ ذائقہ بھی اس کا مزہ لینا چاہتی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس میں سے تھوڑا سا لے لو۔" لوگوں نے اس اچار میں سے چمچے سے تھوڑا تھوڑا لیا۔ مرزا تقی صاحب اور خواجہ حسین صاحب نے ذرا سا لے کر چکھا۔ اور وہ اچار میووں کا بنا ہوا تھا۔ جب میری باری آئی تو میں نے انگلی سے ایک خوبانی لی اور اپنے منہ میں ڈال لی حضور پرنور بہت ہنسے اور کہا: "پورا اچار حاضر ہے سب اپنے منہ میں اکٹھا ہی ڈال لو۔" میں نے کہا: "میں بھول گیا مناسب یہ تھا کہ میں اسے گھر لے جا کر کھانے کے ساتھ کھاتا تو خوب مزہ آتا۔"

ماہ جمادی الاول کی اٹھائیسویں، روز یک شنبہ، سنہ ۱۲۲۳، آج فرح بخش میں 'چائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر سلام کر کے میں ٹھہرا رہا۔ حضور پرنور کچھ بولے اور پھر میری طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے فرمایا: "تم نے کچھ سنا؟" میں نے دست بستہ کہا: "میں نے نہیں سنا کہ کیا ارشاد ہوا مجھے حسرت رہ گئی کہ میں نے حضور کی بات سے کیوں نہ لطف اٹھایا۔" شرف علی خاں سے پوچھا کہ تم بتاؤ کہ حضور نے کیا فرمایا تھا۔ انھوں نے کہا: "حضور کے حکم کے بغیر میری مجال نہیں کہ میں تمھیں بتاؤں۔" مرزا تقی صاحب سے میں نے کہا: "تم بتاؤ۔" انھوں نے کہا: "اگر تم کچھ پیش کرو تو البتہ میں کہوں گا۔" میں نے کہا: "اس کے عوض میں ایک عمدہ سی غزل تمھیں سنا دوں گا۔" حضور نے ہندی زبان میں فرمایا:

"یہاں بھی انھوں نے باتوں ہی میں ٹالا"

دیگر یہ کہ علاقہ بنگال میں گندھک کا ایک چشمہ ہے اس کے اندر موسم سرما میں بھی پانی گرم رہتا ہے۔ حضور کو اس چشمے کا پانی پسند آیا تھا کہ یہ پانی ہاضم اور عمدہ ہے۔ دیگر چشموں کا پانی اتنا عمدہ نہیں ہوتا۔ یہ سن کر میں نے کہا: "اس قسم کے چشمے میں سانپ بھی رہتے ہیں۔" حضور نے مرزا تقی صاحب سے پوچھا: "کیا کہا؟" مرزا تقی نے کہا: "یہ کہتے ہیں کہ ایسے ۷، ب / چشمے میں سانپ رہتے ہیں۔" حضور نے طنزاً فرمایا: "ایک سو اور دو سو سانپ رہتے ہیں۔" میں نے کہا: "حضور پُرنور جس چشمے کا ذکر فرما رہے ہیں میں نے اسے نہیں دیکھا۔ میں نے ایسے دیگر چشموں کو دجوت پروجی نگر، کی طرف دیکھا تھا۔ ان میں سانپ رہتے تھے۔" حضور نے فرمایا: "سانپ ایسے گرم نہیں ہوتے کہ پرندوں کو رکھ لیں (؟)۔" نیز میں نے حضور سے پوچھا کہ اس چشمے کا پانی بہتا ہوا تھا یا کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اس چشمے کا پانی بہتا ہوا تھا اور اس کو 'سیتا کنڈ' کہتے ہیں۔" اور حضور پرنور نے تخت پر اپنی انگلی سے خطوط کھینچ کر مجھے دکھایا اور فرمایا: "اس چشمے سے پانی اس طرح نکلتا اور اس طرح بہتا ہے۔"

دیگر یہ کہ حضور پُرنور نے فارسی کی یہ بیت پڑھی۔ فرد:

عمر اگر خوش گزرد زندگی خضر کم است
ورنہ ناخوش گزرد نیم نفس بسیار است

حضور کی زبان سے یہ شعر سن کر میں نے کہا: "مضمون شعر (غلط ہے شاعر نے جھوٹ کہا۔ (یہ) درست نہیں۔ جب بندۂ مجبور و عاجز کو ذرا بھی اختیار نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ زندہ رہنا مرنے سے ہر حال میں بہتر اور خوب تر ہے۔" حضور پرنور نے میری یہ بات سن کر فرمایا: "درست لیکن بغیر یار کے (زندگی) ایسی ہی (دشوار) ہے (جیسا کہ مصرع ثانی میں شاعر نے کہا ہے۔)"

ماہ جمادی الاول کی انتیسویں، روز دوشنبہ، ۱۲۲۳ھ،

آج حسن رضا خاں کی کوٹھی پر چائے پانی، تھا۔ وہاں عیسائی بزرگ، بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا اور ٹھہر گیا۔ حضور کے اور میرے درمیان کچھ سوالات اور باتیں ہوئیں ..... خدا کے حکم سے شام کے وقت آسمان پر رنگ برنگے بادل آئے، بارش شروع ہوگئی، بجلی چمکنے لگی میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا..... بادل شیر کی طرح گرج رہے تھے۔ پوری رات بادل برسے ..... (؟) پو پھٹنے تک اسی طرح بارش ہوتی رہی اور بادل چھائے رہے اس لئے آج بھی کہ جمادی الاول کی آخری تاریخ یعنی انیسویں اور دن سہ شنبہ ہے میں دربار نہیں گیا۔

ماہ جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کا احوال، چہار شنبہ، سنہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ بارہ سو تیئیس، آج کہ ماہ جمادی الثانی کی پہلی، چہار شنبہ ہے، بارش کی وجہ سے مجرائیوں کو باریابی نہیں ہوئی۔ آستانۂ عالی پر پہنچ کر بغیر کورنش بجالائے میں اپنے گھر واپس چلا آیا۔

ماہ مذکور کی دوسری، روز پنج شنبہ، سنہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ مذکورۃ الصدر، آج بھی کہ ۸، ب/ جمادی الثانی کی دوسری آگئی ویسی ہی بارش کی وجہ سے دربار نہیں ہوا۔ آستانۂ عالی پر پہنچ کر میں اپنے گھر لوٹ آیا۔

۱۲۲۳، ماہ جمادی الثانی کی تیسری، روز جمعہ کو بھی 'چائے پانی' نہیں تھا۔ سلام کی نوبت نہیں آئی۔

ماہ مذکور کی چوتھی، روز شنبہ، سنہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ بارہ سو تیئیس، آج فرح بخش میں 'چائے پانی' تھا۔ میں سلام کر کے ٹھہر گیا۔ حضور پرنور نے فرمایا: "میں تم سے کچھ فرمائش کرنی چاہتا ہوں۔" میں نے دست بستہ عرض کیا: "بہتر۔" آپ نے فرمایا: "خیر جانے دیجئے۔"

دیگر یہ کہ ڈاکٹر ولیم کو دق ہوگئی ہے۔ لوگ کہنے لگے کہ استسقاء ہے حضور پُرنور نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: "انشاء اللہ خاں سے پوچھیئے۔" میں نے کہا: "جو بھی ارشاد ہوا وہی ٹھیک ہے۔" فرمایا: "استسقاء کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟" میں نے کہا: تین، طبلی، زقّی، لحمی۔ اور اس کے کئی اسباب ہیں۔" حضور کے اور میرے درمیان بہت ساری باتیں ہوئیں، سوال وجواب ہوئے۔ میں ہاں ہاں کرتا رہا۔ میں یہ سب باتیں بھول گیا ہوں۔

ماہ مذکور کی پانچویں، روز یک شنبہ، سنہ ہجری نبوی ۹، الف/ صلی اللہ علیہ وآلہ بارہ سو تیئیس، آج فدویان درگاہ کو باریابی کی اجازت نہیں تھی۔ بہت سے لوگوں کو سلام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میں نے لوگوں کو باہر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں دروازے کے اندر داخل ہوگیا۔ دربانوں نے کہا: "آج سب کو 'جواب' ہے۔" میں نے کہا: "میرا شمار ایسے (معمولی مجرائیوں) میں نہیں ہے۔" میں اس دروازے سے لوٹ آیا۔ دوسرے دروازے سے (بھی) مجھے جانے نہیں دیا اور (مجھ سے ایک دربان نے) کہا: "ذرا یہاں ٹھہریے میں اندر جا کر میر تشریفات سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔" میں ٹھہر گیا۔ وہ دربان جو اندر گیا تھا اس نے مجھے بلالیا۔ نواب کے حضور میں پہنچ کر میں نے سلام کیا اور ٹھہر گیا۔ "چائے پانی" خاص خاص لوگوں کے لئے تھا۔ حاضرین میں شرف علی خاں، ان کے صاحبزادے، مرزا تقی اور خواجہ حسین مودودی بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی دوسرا نہیں تھا۔ حضور نے مجھ سے پوچھا: "تم چھت پر کیوں کھڑے تھے؟" میں نے کہا: "مسہری (بھیگ گئی) تھی۔ دھوپ دکھلانے کے لئے میں نے اسے چھت پر ڈال کھا

تھا۔ حضور نے اسے کہاں سے (اور) کس طرح دیکھ لیا؟" آپ نے فرمایا: "جب تم مسہری رکھ رہے تھے میں نے اسی وقت دیکھ لیا" میں نے کہا: "یہ مسہری اندر تھی بارش سے بھیگ گئی تھی۔ اس لئے میں نے (اسے دھوپ میں ۹، ب / ڈال دیا تھا" آپ نے فرمایا: "میں ایسی مسہری بناؤں گا جو خوبصورت، عمدہ اور نفیس ہو" میں نے کہا: "صراحت فرمایئے" حضور نے شرف علی خاں کی طرف دیکھا جو کپڑا کاٹ رہے تھے اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ایسی مسہری چاہیے ...... اسے ٹھیک کر کے چھت سے لٹکا دو اور اسے اپنی جگہ پر قائم رکھنے کے لئے وزن کے واسطے سیسے کی گولیاں درکار ہیں" میں نے کہا: "سبحان اللہ کیا خوب، نئی اور عمدہ ترکیب ہے"۔

دیگر یہ کہ ایک کتاب ایسی تھی جس میں مصوّری کے تمام طریقے لکھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: "کیا اسے پڑھ کر ہر شخص تصویر کھینچ سکتا ہے؟" حضور نے مجھے سمجھاتے ہوئے اپنا ہاتھ چندیا سے ناک تک پھیرا اور انگلی سے ناپا اور کہا: "مثلاً تالو سے ناک تک کا فاصلہ چار انگل ہے اور مصنف نے اُسے مقرر کر دیا ہے یعنی یہ طے کر دیا ہے کہ جس کسی کا بھی سَر اس طرح کا ہوگا اس کی ناک کو ایسا ہونا چاہیے اور ناک سے ہونٹ تک اس طرح ہونا چاہیے اور (اسی طرح) تمام اعضاء کے بارے میں قواعد مقرر کیے ہیں"۔

دیگر یہ کہ موصوف اس کتاب کا مطالعہ فرما چکے تھے۔ مجھ سے فرمایا: "سامنے آؤ اور دیکھو" حسب الارشاد آگے بڑھ کر میں نے سلام کیا اور دیکھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ مصنف نے تصویر کے ذریعے یہ بتایا تھا کہ قلم ۱۰، الف / انگلیوں میں کس طرح پکڑنا چاہیے۔

دیگر یہ کہ آفرین علی خاں سے ارشاد ہوا کہ آج تمہاری پگڑی عجیب و غریب (نظر آتی) ہے۔ ہندی زبان میں فرمایا:

"یہ تو پگڑی نہیں فرانسیس کی ٹوپی ہے"

میں نے آہستہ آہستہ یہ پڑھا۔ مصرع:

"پگڑی تو نہیں ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی"

حضور نے سن لیا اور فرمایا:

"صاحب چلا کے کیوں نہیں پڑھتے۔ دیکھو میاں آفرین علی خاں تم پر یہ مصرع ہوا ہے"۔ انھوں نے کہا: "پیر و مرشد، کیا مصرع؟" فرمایا: "ہم کیا جانے (کذا) انھوں نے کہا ہے"

مصرع:

پگڑی تو نہیں ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی"

میں نے کہا: "یہ عجیب نئی زمین نکلی۔ حضور کی زبان سے۔ ارشاد ہوا ہے غلام کو ان سے کیوں پھنساتے ہیں، ایسا اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ کہنے والے کا قصد نہیں اور بات موزوں ہو جاتی ہے[7]۔"

حضور پُرنور کی مبارک زبان سے جو ہندی کا مصرع ادا ہوا تھا اُسے میں نے نئی زمین قرار دے کر ایک غزل ریختہ کہہ ڈالی۔ اُسے بطور یادگار لکھے دیتا ہوں۔ غزل:

پگڑی تو نہیں، ہے یہ فرانسیس کی ٹوپی
یاں وقتِ سلام اوترے ہے ابلیس کی ٹوپی

مطلع ثانی:

ہے شیخ کے سر ایسی ہی تلبیس کی ٹوپی
جس سے کہ پڑی کانپے ہے ابلیس کی ٹوپی

دیتے ہیں کلہ اپنے مریدوں کو جو صوفی
کہتے ہیں یہی تھی سر جرجیس کی/ ٹوپی

سو چکنی ہوئی یہ متعفن کہ جہاں میں
ایسی تو نہ ہو گی کسی سائیس کی ٹوپی

ہدہد کو خوشی تب ہوئی جس دم کہ نظر[8] آئی
ہاتھوں میں سلیمان کے بلقیس کی ٹوپی

کل سوزنِ عیسیٰ میں پرو خطِ شعاعی
خورشید نے سی حضرتِ ادریس کی ٹوپی

پریوں کے گھروں میں وہی چوری کے کرے سیر
جن پاس ہو جنّوں کے جواسیس کی ٹوپی

ممکن ہو تو دھر دیجے بنا کر ترے سر پر
زر بفت و مہ (و) زہرہ (و) برجیس کی ٹوپی

انگریز کے اقبال کی ہے ایسی (ہی) رسّی
لٹکے ہے (پڑی[9]) جس میں فرانسیس کی ٹوپی

مت بھوں کلاہِ قجری اپنی پہ میں تو
چٹ کر گیا ایسے کوئی چھتّیس کی ٹوپی

کیوں واسطے جرّاب کے میری نہ ہو حاضر
غلمان کی اور حورِ فرادیس کی ٹوپی

---

(7) "یہ تو پگڑی نہیں.... سے.... اور بات موزوں ہو جاتی ہے" تک ساری عبارت متن میں اُردو ہی میں ہے۔

(8) کلامِ انشا میں یہ مصرع بغیر 'کہ' کے ہے۔
ص ۲۶۹، کلامِ انشا، مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع، الٰہ آباد، ۱۹۵۲ء

(9) کلامِ انشا: آویختہ ہے، ص ۲۶۹

انشا مرے آغا کی سلامی کو جھکے ہے
سکّانِ سراپردۂ تقدیس کی ٹوپی[1]

آج کہ ماہ جمادی الثانی کی چھبیّ، روز دوشنبہ، ۱۲۲۳ھ، ہے، فرح بخش میں خاص خاص لوگوں کے لیے 'چائے پانی' تھا اور (عام) مجرائیوں کو شرکت کی اجازت نہ تھی۔ دیوان سیتل اور منشی محمد بخش جیسے (لوگ) آستانۂ عالی کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے میں نے اس کا سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا: "نیاز مند دل کو کل تک مجرے کی اجازت نہیں آپ اندر چلے جائیے۔" میں خدا کا ۱۱، الف/نام لے کر ڈرتے ڈرتے اندر پہنچا اور حضور کی خدمت میں سلام عرض کرکے دست بستہ کھڑا ہوگیا۔ اپنا ہاتھ سر تک لے جاکر حضور نے میرا سلام لیا۔ (حاضرین مجلس میں آپس میں) باتیں اور سوال (جواب) ہو رہے تھے۔ میاں آفرین علی خاں کہہ رہے تھے کہ فصاحت و بلاغت کے معنی میں فرق ہے اور مجھ سے استشہاد کیا۔ میں نے کہا: فصاحت و بلاغت موارد استعمال میں ایک ہیں، مثلاً صنف و نوع و قسم تینوں فی الاصل معنی کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن بول چال میں مترادف ہیں۔"

دیگر یہ ہے کہ میں نے حضور پُرنور سے پوچھا کہ پیر و مرشد (کہتے ہیں) ڈاکٹر ولیم کو سوءالقنیہ ہوگیا تھا۔ انھوں نے کن ہندوستانی حکیموں سے رجوع کیا جنھوں نے یہ بتایا کہ (یہ بیماری) نہیں ہے۔ ارشاد ہوا: "انھوں نے کسی سے رجوع نہیں کیا، کسی کو نہیں دکھایا۔"

---

(۱) کلام انشا اور اس ڈائری میں اس غزل کی ترتیب چھٹے شعر (کل سوزنِ عیسیٰ ......الخ تک ایک جیسی ہے اس کے بعد ترتیب بدل گئی ہے۔ کلام انشا میں کل سوزن عیسیٰ......الخ کے بعد ابیات کی ترتیب اس طرح ہے:

کیوں واسطے ....

پڑیوں کے ....

ممکن ہو تو ....

انگریز کے ....

انشا مرے آغا.......

کلام انشا کے مقابلے میں اس ڈائری میں ایک بیت زائد ہے:

مت بھول کلاہ قجری ....

دیگر یہ ہے کہ میں نے حضور سے کہا: "میں کل رات خوب ہنسا اور ہنسا اس لیے کہ ایک دن باورچی نے 'دولمہ' (سموسہ) جیسا عمدہ قتاء الحمار ناچیز کے لئے بنایا تھا۔ میرے بچے نے مجھ سے کہا: "آج بھی ذوالِلّٰہ کھاؤں گا، میرا جی نہیں بھرا وہ مجھے بہت پسند آیا ہے۔" اس التباس کا سبب یہ تھا کہ ذوالِلّٰہ حضور صلعم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ بچہ ہم سے ذوالِلّٰہ کا لفظ سن چکا تھا وہ 'دولمہ' کا ۱۱ ب / نام بھول گیا اور قربِ مخرج کی بنا پر اس نے اس طرح کہا کہ مجھے آج بھی ذوالِلّٰہ چاہیے۔" حضور پُرنور یہ قصہ سن کر ہنس پڑے۔

دیگر یہ ہے کہ حضور نے سب کو رخصت کر کے جب مجھے اندر طلب کیا (تو میں نے دیکھا کہ) وہ تیز تیز چل رہے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے ان کا راستہ روک کر التجا کی یہ سرخی جو حضور کے کندھے پر ہے اس پر دو دن تک ایک دوا لگایئے۔ حضور میری یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئے۔ ایک رفیق اور ساتھی کی طرح ہندی میں فرمایا:

"اچھا صاحب، بہت اچھا۔ تم بنالاؤ میں لگاؤں گا۔"

اللہ جل شانہٗ، وعم احسانہٗ، جنابِ عالی کو بہت بہت محفوظ رکھے اور ہر کام میں میری عمران کی حفاظت کی نذر ہو۔ اس بات سے محبت ٹپکتی ہے۔ پہچاننے والا ہی اُسے پہچانتا ہے، نہ پہچاننے والا اُسے اُسے کیا پہچانے۔ جاننے والا ہی اسے جانتا ہے، نہ جاننے والا اسے کیا جانے۔

ماہ جمادی الثانی کی ساتویں، روز سہ شنبہ سنہ مذکورۃ الصدر رہے۔ فرح بخش میں 'چائے پانی' تھا۔ میں بارش سے بھیگ گیا تھا۔ اس حالت میں وہاں پہنچا۔ (نواب کی خدمت میں) سلام عرض کیا۔ دست بستہ کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ حضور نے مجھ سے فرمایا: کل میں نے عدالت کا اچھی طرح معائنہ کیا لوگوں نے ایک دوسرے پر تہمتِ زنا لگائی تھی ۱۲، الف / (اس پر) میں نے (کاتب سے) کہا: "اصول کے مطابق لکھو کہ زنا کی تحقیق بہت زیادہ مشکل ہے۔ اربابِ عدالت کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسی باتوں پر دھیان نہ دیں۔" اس کاتب نے جسے لکھنے کے لیے حکم دیا گیا تھا اس طرح لکھ کر مجھے دکھایا: "پردہ دری اچھی نہیں اور ایسا ہی لازم ہے ..... میں نے یوں یوں صاف صاف لکھا دیکھ کر کہا: "یہ لفظ پردہ دری یہاں مناسب نہیں اس لیے کہ کسی چیز کا وجود جب محقق ہو جائے تو اس کے لیے پردہ دری کا لفظ استعمال کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔" اس سلسلے میں حضور کا مخاطب صحیح میں تھا۔ جب یہ بات ہوئی تو میں نے بہت خوش ہو کر کہا: "سبحان اللہ کیا خوب ارشاد ہوا۔ اس بات پر تین قصے یاد آئے کہ خلیفۂ بغداد نے فرمایا کہ مولانا اصمعی جو اس وقت ابلغ البلغاء، اور افصح الفصحا، اور افضل الفضلا، ہیں، رافضی

ہیں۔ خلیفہ نے انھیں خود بلا کر پوچھا کہ ائمہ بارہ ہیں یا چار۔ مولانا اصمعی نے تین بار کہا: اَرْبَعَۃٌ اَرْبَعَۃٌ اَرْبَعَۃٌ اس کے معنی یہ ہیں کہ چار ہیں، چار ہیں، چار ہیں۔ شیعہ حضرات سمجھ گئے کہ اس سے بارہ امام اسی طرح ظاہر ہوئے جیسے کہ دوپہر کا سورج۔ یہ بات سورج کی طرح روشن تھی اور اہلِ سُنّت والجماعت نے سمجھ لیا کہ ہمارے عقیدے کے مطابق ۱۲، ب (امام) مالک، (امام) ابوحنیفہ، / (امام) حنبل، (امام) شافعی چاروں اماموں کا برحق ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ مولانا اصمعی کو شیعوں نے شیعہ سمجھا اور سنیوں نے سُنّی۔" یہ قصہ سن کر جنابِ عالی نے فرمایا: "میں نے فارسی میں کہیں کہیں یہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ

"چہار اند، چہار اند، چہار اند"

اور مولانا اصمعی کا تشیع ثابت ہوگیا۔ اس لیے کہ خلیفہ سنی تھا انھوں نے اپنی نیت کا اقرار اس طرح بغیر کسی ابہام و اضمار کے واضح کر دیا کہ میں اہلِ سنت والجماعت ہوں، چار ائمہ پر اعتقاد ہے خلیفہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ مولانا اصمعی ذرا ڈرے اور دونوں طرف ضمیرِ محتمل لائے اور کہا: اَرْبَعَۃٌ اَرْبَعَۃٌ اَرْبَعَۃٌ وہ شخص شیعہ تھا رحمۃ اللہ علیہ۔ نیز غیروں نے پوچھا: "رسول اللہ کے بعد افضل الناس کون ہے؟" مولانا اصمعی نے کہا: "اَلَّذِیْ بِنْتُہٗ فِیْ بَیْتِہٖ یا "مَنْ بِنْتُہٗ فِیْ بَیْتِہٖ" مطلب یہ کہ رسول اللہ کے بعد افضل الناس وہ شخص ہے جس کی لڑکی اس کے گھر میں ہے۔ مدعا یہ کہ ضمیرِ محتمل الی الطرفین لائی گئی ہے کہ اس ضمیر کا مرجع ابوبکر بھی ہیں اور جنابِ امیر علیہ السلام بھی، اس لحاظ سے کہ حضرت ابوبکر کی دختر عائشہ حضور کی ازواجِ مطہرات میں سے تھیں اور دوسری طرف رسول کی بیٹی سیدۃ النساء بی بی فاطمہ جناب امیر علی علیہ السلام کی ۱۳، الف / زوجہ تھیں۔ ان پر، ان کے والد پر، ان کے شوہر پر اور ان کے بیٹوں پر روزِ قیامت تک صلوٰۃ وسلام ہو۔

دیگر میں نے یہ قصہ سنایا کہ جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب، حاکم شام معاویہ سے ملے تو معاویہ نے التماس کیا کہ منبر پر بیٹھ کر امیرالمومنین کو بُرا بھلا کہو۔ نیز شام کے مردوں اور عورتوں سب لوگوں سے کہا کہ اے اہلیانِ شام سن لو کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے بھائی عقیل ابن ابی طالب خود اپنے سگے بھائی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ جب مسجد دمشق لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی اور کسی آدمی کے لیے جگہ نہیں رہی اور معاویہ اور عمرو عاص منبر پر آئے تو حضرت عقیل ابن ابی طالب نے کہا: "اے لوگو سنو، معاویہ نے مجھے حکم دیا کہ کہو کہ اَنْ اَلْعَنَ عَلِیًّا، فَلَعْنَ اللّٰہِ عَلَیْہِ، لَعْنُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لَعْنُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یعنی معاویہ نے مجھ سے کہا کہ معاذ اللہ میں علی پر لعنت بھیجوں تو خدا کی لعنت اس پر یعنی

معاویہ پیر) ہو گی ۔ الحاصل اللہ جل شانہ، وعم احسانہ، کے حکم اور رسول صلعم حضرت محمد علیہ وآلہ السلام کے طفیل سے حضور پر نور مجھ سے بہت خوش ہوئے اور سب سامعین نے حیرت سے میری طرف دیکھا الحمد للہ علے ذالك دربارے واپس ہو کر میں رائے رتن چند کے پاس آیا۔ وہ کہتے تھے ۱۳، ب / کہ کل حضور کے سامنے تمہارا ذکر نکلا تھا۔ حضور پر نور تمہاری تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بہت اچھا، شریف، عمدہ آدمی ہے ۔ اس کی صحبت غنیمت ہے لیکن میں کیا کروں کہ میرے پاس وقت نہیں کہ میں اس کی صحبت کا لطف اٹھا سکوں۔ مجھے کاغذات دیکھنے سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ دوسری طرف توجہ دے سکوں ۔ اور اگر کاغذات سے صرفِ نظر کرکے میں دوسری طرف متوجہ ہو جاؤں تو (اندیشہ ہے) کہ مہام ملکی میں خلل واقع ہو جائے۔ خداوند تعالیٰ جنابِ عالی کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ایک اچھے مربّی کی حیثیت سے انھیں مجھ پر قائم رکھے ۔ آمین رَبّ العالمین

ماہ جمادی الثانی کی آٹھویں، روز چہار شنبہ، ۱۲۲۳ھ، فرح بخش میں 'چائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سلام کیا اور ٹھہر گیا۔ حضور پُرنور ہر شخص سے (کچھ نہ کچھ) بات چیت کر رہے تھے ۔ ان کی زبان مبارک سے میں نے تمام باتیں سنیں، خوش ہوا اور داد دی ۔ باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا: "کلکتے میں انگریز لڑکیوں کے پڑھنے کے لیے ایک گھر ہے ۔ (وہاں) معلم سب کو ایک ساتھ تعلیم دیتا ہے اور ان کو اپنے ہاتھ سے کھانا اور کپڑا دیتا ہے اور اتوار کے دن گرجا کی زیارت کے لیے انھیں اپنے ساتھ لیجاتا ہے ۔ میں نے کئی باران لڑکیوں کو (وہاں) جاتے ہوئے دیکھا۔ ۱۴، الف / انگریزی پلٹن کی طرح لڑکیاں چار چار (کی صف بنا کر) چلتی ہیں۔ سب کی ایک پوشاک ہوتی ہے۔" میں نے کہا: "پیر و مرشد، یہ کیسے بعض تو بڑے لوگوں کی بیٹیاں ہو گی بعض چھوٹے آدمیوں کی۔" یہ سن کر حضور پر نور نے فرمایا: "بڑے لوگوں کی بیٹیاں تو اپنے اپنے گھر میں پڑھ لیتی ہیں۔ معمولی طبقے کی لڑکیاں اس طرح مدرسے میں پڑھتی ہیں۔"

دیگر آپ نے فرمایا: "لوگ سوّر کے بچّے کو جو سفید براق اور پیارا ہوتا ہے ایک اچھے میں خرید لیتے ہیں ۔ بڑا چربی والا ہوتا ہے۔" کیتھولک عیسائی ہندی زبان میں بولا:

"جس وقت سوّر کو حلال کرتے ہیں، گرم پانی سے اس کو خوب دھوتے ہیں اور اس کے بالوں کو شانہ کرتے ہیں اور بہت احتیاط سے بیچتے ہیں ۔ اس کا گوشت شفاف اور براق جیسے دھویا ہوا کپڑا ہوتا ہے ۔

یہ سن کر میں ایسا ہنسا، ایسا ہنسا کہ حضور پر نور بھی ہنس پڑے اور تمام سامعین ہنسنے لگے ۔ اس

عیسائی سے میں نے کہا: "اہلِ اسلام سے گفتگو کرتے ہوئے ایسا کہنا مناسب نہیں۔خنزیر ملعون کو حلال کرنے کے کیا معنی"۔ جنابِ عالی نے میری یہ بات سن کر اور میری ہنسی دیکھ کر ہندی زبان میں فرمایا:

"یوں کہیے کہ جب سوّر کا گلا کاٹتے ہیں"۔

میں نے ہندی زبان میں کہا:

کیا مناسب ارشاد ہوا ہے ۱۴ ب / اگر ارشاد ہوتا کہ ان کے حلال کرنے کو جھٹکا کہتے ہیں تو ایک مشابہت ہنود سے ہوتی۔ حضور نے ایسا لفظ ارشاد کیا کہ نصرانیت کی خصوصیت نکلی"۔ اور یہ کہہ کے میں اتنا ہنسا کہ پاس ادب کا کچھ باقی نہ رہا۔ بحدّے کہ میری آنکھوں سے آنسو لگے چلنے"۔

حضور ہر ایک سے خوب بات چیت اور سوال جواب کر رہے تھے اور میں مرحبا مرحبا کہہ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ الحمد للہ بہ تصدّق محمد وآلہ علیہ وعلیہم السلام، (میری) آخرت اچھی ہو۔

جنابِ عالی (نواب سعادت علی خاں) کے صاحبزادے حسین علی خاں صاحب نے دربار میں مجھے سامنے بلا کر کہا: وہ قصہ جو تم نے اردو زبان میں فارسی، عربی اور پوربی الفاظ کی آمیزش کے بغیر کہا ہے، میں نے وہ پوری کتاب اپنے ہاتھ سے نقل کر کے رکھ لی ہے۔ تم نے حیرت انگیز کارنامہ پیش کیا ہے۔ ایسی اچھی عمدہ، خوبصورت چیز کہ کسی کی مجال نہیں کہ اس میں ایک لفظ بھی عربی فارسی کا ڈھونڈھ نکالے اور وہ بڈّھا جس کا تم نے ذکر کیا ہے:

پُرانے دھرانے، ڈاک، بوڑھے گھاگ، سرہلا کر منہ تھتھا کر، ناک بھوں چڑھا کر، یہ کھڑاگ لائے"۔

اس سے تو میں نے بہت لطف اٹھایا"۔

ماہ جمادی (الثانی) کی نویں، روز پنج شنبہ، سنہ ۱۲۲۳ھ ۱۵، الف / اپنے گھر سے سرِ شام بارش میں اپنی کھڑکھڑی پر سوار ہو کر دربار کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں لوگوں نے بتایا کہ حضور پرنور اس نئے مکان میں تنہا رونق افروز ہیں جو سرِ راہ بنا ہوا ہے۔ میں نے اپنی سواری سے اتر کر حضور کو جو بیچ میں تشریف فرما تھے سلام کیا۔ حضور نے ازراہِ کرم میرا سلام لیا۔ جب میں آستانۂ عالی پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ آج کسی مجرائی کو حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سن کر میں اپنی کھڑکھڑی پر سوار ہوا اور گھر لوٹ آیا خدا کے فضل سے تمام دن بارش ہوئی۔ الحمد للہ علے ذٰلک۔

ماہ جمادی الثانی کی دسویں، روز جمعہ، سنہ ہجری نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ بارہ سو تیئیس۔ ہر چند کہ آج تعطیل کا دن تھا، میں دربار پہنچا۔ پتا چلا کہ دولت خانے میں صرف خاص خاص لوگوں کے لیے

"چائے پانی" سے یعنی کبار و شہزادگان میں سے کوئی نہیں تھا۔ مرزا قاسم خاں صاحب، شرف علیخاں صاحب، خواجہ حسین صاحب مودودی اور میاں آفرین علی خاں تھے اور حضور نے کہا: "مرزا شجاعت علی بھی آکر بار پا ہوئے تھے۔" حضور نے کہا: "میں ایک اصطلاح کو اس طرح لکھ سکتا ہوں کہ وہ دوسری ۱۵، ب/ نظر آئے۔ مثلاً عین کہ اس کی شکل ایسی ہے ع میں نے اس شکل کو اپنی اصطلاح میں الف بنا دیا ہے۔ اسی طرح تمام حروف کو تصور کیجیے۔" میں نے کہا: "درست ارشاد ہوا۔ اصطلاح کے بارے میں بحث مباحثے کی گنجائش نہیں۔"

دیگر یہ کہ ایک شخص نے گوشت کھایا اور ہندی زبان میں اس طرح کہا:

"حضور کے قدمے کی قسم۔"

میں منہ پر ہاتھ رکھ کر اس بات پر ہنس پڑا اور یہ سمجھتا رہا کہ حضور کو میرے اس طرح ہنسنے کا پتا نہیں چلا۔ جب حضور اٹھے اور سواری کے لیے ہاتھی طلب کیا اس وقت میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "تم سامنے آؤ۔" حسب الارشاد میں آگے بڑھا۔ ارشاد ہوا: "تم ایسی یاقوتی دو جو مقوی ہو اور کھانے پینے اور تمام چیزوں میں عمدہ اور لذیذ ہو اور 'قدمے' بھی ہو۔" میں نے عرض کیا: "یہ 'قدمے' میری سمجھ میں نہیں آیا۔" حضور نے فرمایا: "اس وقت تو تم نے کہا اور اب بھول گئے۔" (اور یہ کہتے ہوئے) شرف علی خاں کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا "یعنی جب اس شخص نے گوشت کھاتے ہوئے 'قدمے' کہا تھا تو تم ہنس پڑے تھے۔" میں نے کہا: "غلام چاہتا تھا کہ حضور مجھے ہنستا ہوا دیکھ لیں لیکن مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ حضور نے مجھے ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔" ارشاد ہوا: "میں نے تمہیں ہنستے ہوئے دیکھ لیا تھا، اچھی طرح۔" ۱۶، الف/ میں بھی بہت ہنسا اور حضور بھی بہت ہنسے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک والسلام علیٰ محمد و آلہ الطیبین والطاہرین۔

ماہ جمادی الثانی کی گیارہویں، دن سنیچر، سنہ بارہ سو تیئیس آج دولت خانے میں 'چائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر میں سلام کر کے ٹھہر گیا۔ حضور پر نور پہلے اس مقام پر گئے جہاں کھانے چنے ہوئے تھے اور پھر باہر کی کرسی پر بیٹھے اور مرزا سکندر شکوہ کا انتظار کرتے رہے اور بہت انتظار کیا۔ یہاں تک کہ میں نے حضور سے کہا کہ شہزادۂ عالی کا آپ کے یہاں تشریف آوری کا جو وقت مقرر ہوا تھا اغلب کہ انھوں نے اس پر غور نہیں کیا اور اس وقت کو 'ہندوستانی وقت' سمجھا۔ اس لیے انھوں نے آنے میں دیر لگا دی۔ آخر الامر حضور ایک چھوٹے تخت پر بیٹھے اور تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔ فرماتے تھے کہ اگر اس وقت کھانے کے دوران شہزادہ آگیا تو طوفان آجائے گا۔ الغرض مرزا سکندر شکوہ کا شدید انتظار کیا اور میرے اور

حضور کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ یہ ہیں۔

ایک باغبان ایک ٹوکری لایا جس میں امرود اور دوسرے کچھ پھل تھے۔ حضور نے فرمایا: "امرود معدے کے لیے تقویت بخش ہے۔" میں نے کہا:

"درست ارشاد ہوا۔ طبیبوں نے لکھا ہے: ۱۶، ب / امرود معدے کو قوت دیتا ہے۔" حضور نے میری یہ بات سن کر فرمایا: "تم نے ٹھیک کہا کمثری امرود کو کہتے ہیں۔" میں نے باغبان سے پوچھا کہ چھوٹا سا سُرخ سُرخ کون سا پھل ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ حضور پرنور نے ازراہِ شوخی ہم سے کہا کہ یہ جو نحو کی کتاب میں آیا ہے کہ اَکَلَ الکمثری یحییٰ (یحییٰ نے امرود کھایا) تو باغبان سے اس کا ذکر چھیڑو۔ میں نے کہا: "میں (فی الحال تو) اس سے اس ننھی ننھی سُرخ سُرخ (چیز) کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔" ارشاد ہوا: "اس چھوٹے سے پھل کا کوئی نام نہیں۔ یہ نارنگی ہے اس لحاظ سے کہ اس سے نارنگی کی خوشبو آتی ہے۔" میں نے عرض کیا: "اگر اجازت ہو تو اس میں سے دو تین لے لوں۔" آپ نے فرمایا: "دو تین سے کیا ہوگا، جس قدر چاہو لے لو۔" میں نے اپنے ہاتھ سے (کچھ پھل) اٹھا لیے اور سلام عرض کیا۔

دیگر یہ کہ لفظ 'غلط' کا ذکر آیا۔ میں نے کہا: "ملا بیضا نے بیضاوی میں کیا عمدہ لطیفہ لکھا ہے، اَلْغَلَطُ غَلَطٌ وَالْغَلَطُ صَحِیْحٌ" آپ نے فرمایا: "سب لکھنے والے ایسا ہی لکھتے ہیں۔" میں نے کہا: "میں اس وقت لام بہ سکون ہے یا بہ تحریک اس کا ذکر کر رہا ہوں۔ میرا اشارہ 'غلت فی الحساب و غلط فی الکلام' کی طرف نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس کا علم تھا، تم ٹھیک کہتے ہو۔" یہ بات چیت ختم ہوئی تو مرزا سکندر شکوہ آئے۔ حضور نے دروازے تک بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور ساتھ لائے۔ جب مرزا سکندر شکوہ کرسی پر بیٹھ گئے ۱۷، الف / تو حضور پرنور نے فرمایا کہ جنابِ عالی نے بہت انتظار کروایا۔ شہزادۂ عالی نے فرمایا: "میں سگر سوت..... رسالدی (؟) سے اترا۔ اس مقام پر تھوڑا وقت لگ گیا۔" حضور نے یہ سن کر فرمایا: "کوئی مضائقہ نہیں۔"

دیگر یہ کہ میں نے حضور سے پوچھا: "کیا اس علاقے میں چھاپے کے حروف اور ان کا ڈھالنا ممکن ہے؟" آپ نے فرمایا "یہ ناممکن کیوں ہو۔" اور تمام حروفِ رسم (حروفِ سربی؟) کی وضاحت فرمائی کہ یہ اس طرح کے ہوتے ہیں اور اس طرح چھاپے جاتے ہیں اور فرمایا: "مثلاً صاد یا سین ایسا ہوتا ہے۔ جب اس سین کو صاد بنانا ہوتا ہے تو اس میں الف علیحدہ ہوتا ہے اور صاد اور الف کے درمیان ایک شوشے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح اس کا شوشہ بھی علیحدہ ہوتا ہے۔ چھاپنے والے جب کوئی کتاب چھاپنا چاہتے ہیں تو پہلے ایک لوح

پر چھاپے کے حروف کو جوڑ کر (کمپوز کر کے) ایک صفحہ مکمل کر لیتے ہیں۔ مثلاً مطلوبہ کتاب کے ایک صفحے کی جو ہزار نقلیں چھپتی ہیں وہ اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ جب چھاپے میں کسی جگہ غلطی واقع ہو جاتی ہے تو وہ ہزار صفحے سب کے سب غلط ہو جاتے ہیں۔" اور ایک قصہ ارشاد ہوا اور مجھے خاص طور پر سنایا۔ وہ قصہ یہ ہے۔ فرمایا کہ ایک انگریز تھا جس نے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ جب اس کا دائرۂ علم وسیع سے وسیع تر ہوا تو اُسے اپنی تصنیف کا نقش اول بے معنی نظر آیا اور اس نے افسوس ۱۷، ب/ کیا۔ اور چھاپے خانے سے اس تصنیف کے جتنے نسخے (اُسے) مل سکتے تھے وہ تو ملتے ہی لیکن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ بڑی حسرت سے کہتا تھا کہ اگر اس کے سب کے سب نسخے میرے ہاتھ لگ جائیں اور اس سلسلے میں میرے پاس جتنا مال ونقد ہے سب صرف ہو جائے تب بھی میں ساری کتابوں کو نذر آتش کر دوں گا۔

ماہ جمادی الثانی کی بارہویں کا احوال، روز یک شنبہ، ہجری ۱۲۲۳ بارش کی وجہ سے میں اپنے گھر ہی رہا اور سوار ہو کر دربار نہیں گیا اور کورنش بجا لانے کا موقع میسر نہیں آیا۔

ماہ جمادی الثانی کی تیرہویں کا احوال، روز دوشنبہ ۱۲۲۳ ہجری فرح بخش میں 'چائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر میں ٹھہر گیا۔ حضور نے مجھ سے پوچھا: "انناس کی خاصیت کیا ہے؟" میں نے کہا: "کسی حکیم نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے کیوں کہ یہ میوہ ولایت میں نہیں ہوتا۔" حضور نے ایک قصہ سنایا۔ وہ یہ ہے۔ فرمایا کہ ایک انگریز نے مجھ سے بتایا تھا کہ ایک شخص جب بیمار پڑا تو اس نے انناس مانگا کسی نے اُسے انناس نہیں دیا۔ جب وہ مریض مرا اور اس کے معدے کو چاک کیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں سے ایک کیڑا نکلا۔ اس کیڑے پر تھوڑی تھوڑی ہر غذا اور دوا ۱۸، الف/ ڈالی گئی پر وہ نہیں مرا لیکن جب انناس کا عرق اس پر ڈالا گیا تو وہ مر گیا۔ اس وقت سب کو پتہ چلا اور محسوس ہوا کہ اگر اس مریض کو (اس کے حسبِ خواہش) انناس کا عرق دے دیا جاتا تو وہ بچ جاتا۔

ماہ جمادی الثانی کی چودھویں کا احوال، روز سہ شنبہ، سنہ ۱۲۲۳ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ والہ فرح بخش میں 'چائے پانی' تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سلام عرض کیا۔ جب میں سلام کر رہا تھا حضور نے پوچھا: "کیا تم وہ نسخہ 'یاقوتی' لے آئے جسے میں نے (تم سے) لکھوانے کے لیے کہا تھا؟" میں نے دست بستہ عرض کیا: "انشاء اللہ اسے میں جمعرات کو لے آؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "اتنی دیر کیوں؟" میں نے کہا کہ (اپنی) بدخطی کی وجہ (میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں بلکہ) میرا ارادہ تھا کہ کسی خوشنویس سے لکھوا کر حضور کی نذر کروں۔

دیگر یہ کہ 'عیسائی بزرگ' آنے والے تھے اس لیے حضور ان کے انتظار میں تخت پر بیٹھے آئینے میں اپنا

چاند سا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا: " پیر و مرشد، کل میں نے ایک عجیب و غریب چیز دیکھی " جناب عالی نے پوچھا: " وہ کیا؟ " میں نے کہا: " وہ یہ کہ بغیر آگ اور دھوئیں کے ٹھنڈے کوئلوں کو ذرا ہوا دینے سے شعلہ نکلا اور اس شعلے سے دوسرے کوئلے دہک اٹھے اور حقہ پینے والوں ۱۸،ب/ نے ان کوئلوں کو (اپنی اپنی چلم میں ڈال کر) حقّہ پیا اور جن کوئلوں سے پہلی بار شعلہ نکلا تھا وہ آتشی شیشے میں رکھے ہیں " حضور نے مجھ سے پوچھا: " جب تم نے اس قسم کے (خود بخود دہکنے والے) کوئلوں کو دیکھا تو رات تھی کہ دن؟ " میں نے کہا: " دن رات کا سوال نہیں۔ دن میں بھی یہ ہوتا ہے اور رات میں بھی " میں نے پھر سے حضور سے پوچھا کہ آپ نے یہ دن اور رات کا سوال کیوں اٹھایا۔ (میں نے جو کچھ کہا) اس میں آپ کو کچھ تامل ہے۔ آپ نے فرمایا: " یہ اس لیے کہ تم نے کہا ہے کہ وہ کوئلے آتشی شیشے سے نکالے جاتے ہیں میں سمجھ گیا کہ اگر دن ہو تو دھوپ کی وجہ سے آتشی شیشے سے شعلے نکلتے ہیں " میں نے دست بستہ عرض کیا: " (وہ کوئلے) اس آتشی شیشے میں نہیں تھے جسے دھوپ میں رکھنے سے اس میں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ یہ ایک رکابی جیسا آتشی شیشہ تھا " یہ باتیں ختم ہوئیں تو وہ عیسائی آیا۔ حضور اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر لائے اور بیٹھ گئے۔ میں ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ سب حاضرین مجلس بات چیت میں مشغول تھے۔ باتیں کرتے کرتے حضور پر نور نے (اس عیسائی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ شاہجہاں آباد میں ایک عجیب درخت ہے کہ جسے لوگ پاگل (پاکھر) کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کا پھل امرود کی طرح ہوتا ہے۔ (یہ کہتے ہوئے) حضور نے میری طرف دیکھا اس لیے کہ میں یہ پھل دیکھ چکا تھا اور حضور سے اس کا ذکر کر چکا تھا بلکہ اس کے بارے میں جو قصّہ ہے وہ حضور نے مجھی سے سنا تھا۔ یہ بات سنتے ہی میں نے عرض کیا: " درست ارشاد ہوا۔ اس پھل کو میں نے شاہ عالم مغفور سے اپنے چھوٹے بھائی کے (علاج کے لیے ۱۹،الف/ لے لیا تھا جسے تاپ تلی کی شکایت تھی (یہ) تاپ تلی کے لیے مفید اور زود اثر ہے "

پندرہویں کا احوال، روز چہارشنبہ، ماہ جمادی الثانی سنہ بارہ سو تیئیس ہجری، فرح بخش میں 'چائے پانی'، تھا۔ وہاں پہنچ کر سلام کر کے میں ٹھہر گیا۔ لوگ (آپس میں) باتیں کر رہے تھے۔ مجھ سے کوئی ایسی (قابلِ ذکر) بات نہیں ہوئی جسے میں (یہاں) درج کروں۔ جب حضور نے سارے مجرائیوں کو رخصت کر کے مجھے اندر طلب کیا تو میں نے بڑھ کر وہ نسخہ' یاقوتی حضور کی خدمت میں گزرانا۔ حضور نے اُسے خود اپنے ہاتھ میں لے کر ایک شخص کے حوالے کیا۔

سولھویں کا احوال، روز پنج شنبہ ماہ اور سنہ مذکورۃ الصدر، فرح بخش میں 'چائے پانی'، تھا۔ میں وہاں پہنچ کر کورنش بجا لایا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا: " تم نے اس معجون کے نسخے میں تمام عطاروں

کی دوکانوں (میں جتنی دوائیں تھیں) سب شامل کر دیں۔" میں نے کہا: "میں نے چار نسخے لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ بہت زیادہ سہل اور کچھ بہت زیادہ مشکل ہیں۔" اس بات کے بعد میں نے عرض کیا کہ وہ عجوبہ حضور کے ملاحظے کے لیے لے آیا ہوں۔" حضور نے ایک گھنٹے تک ۱۹، ب/ اسے ملاحظہ کیا۔ فرمایا: "اچھا ہے، اس طرف لے آؤ۔" یہ کہنے کے بعد وہ ایک آنچہ (شکاری پرندہ) دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ اس مکان سے اپنی آرام گاہ کی طرف چلے جس میں آسائش بھی میسّر تھی اور میاں آفرین علی خاں سے فرمایا: "آؤ تمہیں ایک تماشا دکھائیں۔ میاں خواجہ حسین صاحب اور میاں آفرین علی خاں حضور کے ساتھ چلے گئے۔ مجرائی اجازت لے کر رخصت ہونے لگے۔ میں نے راستہ بند دیکھ کر درخواست کی کہ حضور وہ اعجوبہ پیش کرنے کی (اجازت) ہو۔ آپ نے فرمایا: "اچھا، بہت خوب۔" میں کوئلوں کا برتن لانے کے لیے دروازے کے باہر چلا گیا۔ ایک دربان ہاتھ میں ایک طلائی عصا لیے مجھ سے ملنے کیلئے ایک طرف سے تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا آیا اور اس نے کہا: "حضور پُر نور نے تمہیں فوراً طلب کیا ہے، جلد چلے آؤ۔" میں نے کہا: "تو میرے آنے تک یہیں ٹھہر، میں ابھی آتا ہوں۔" باہر جا کر میں نے کوئلوں کا برتن لیا اور حضور کی خدمت میں پہنچ گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حضور صحن میں مخلّی بالطبع ٹہل رہے ہیں۔ مجھے دیکھکر فرمایا: "وہ اعجوبہ کہاں ہے دکھاؤ۔" میں نے عرض کیا: "ایک پنکھے اور ایک برتن کی جسے رکابی کہتے ہیں ضرورت ہے۔" حضور نے خادموں سے فرمایا: "دونوں جلد لے آؤ۔" حضور کا ایک خادم سُرخ زربافی پنکھا لے آیا (اور) حضور کو جھلنے لگا تو حضور پُر نور نے ۲۰، الف/ ہندی زبان میں فرمایا:

کوئلوں کے واسطے پنکھا منگایا ہے، تو مجھے دھونکنے لگا۔" حضور ایک طرف ہو گئے۔ پھر مجھ سے کہا: آپ اوس کو روشن کیجیے۔" [۱۱]

میں نے کہا: "وہ برتن یعنی رکابی ابھی تک نہیں آئی۔" حضور پر نور نے اس کا بہ نفسِ نفیس اہتمام کرتے ہوئے کہا:

"تھالی پیتل کی جو پلنگ کے نیچے دھری ہے جلدی اٹھا لاؤ۔" [۱۲] میں کوئلوں سے آگ نکالنے میں مشغول تھا تو اس وقت حضور نے فرمایا:

"تمہارا دل کیوں اتنا دھڑکتا ہے۔" [۱۳]

میں نے عرض کیا: "اس لیے کہ میں اپنی بات بنائے رکھنے کے لیے ساتویں بار یہ کام کر رہا ہوں۔ یہ

---

(۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸): یہ سب جملے اردو میں ہیں۔

ضروری نہیں کہ حضور کے سامنے بھی ایسی ہی کامیابی ہو (بلکہ اندیشہ ہے کہ) کہیں آبرو خاک میں نہ مل جائے" الحاصل خدا کے فضل سے میں نے وہ کوئلے برتن سے تھالی میں ڈالے۔ ڈالتے ہی بغیر آگ کی مدد کے ہوا (ہی) سے وہ کوئلے دہک اٹھے۔ حضور نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میاں آفرین علی خاں، خواجہ حسین صاحب مودودی، میاں نزہت (؟) سب کے ہوش اڑ گئے۔ حضور نے ہندی زبان میں فرمایا:

"گندھک کی بو اس میں سے آتی ہے۔"

میں نے عرض کیا: "حضور کے قدموں کی قسم کھاتا ہوں، اس میں ذرا سی بھی گندھک نہیں ہے۔" منعم (حقیقی) خداوند تعالیٰ اور ہمارے رسول صلعم اور ان کے اہلِ بیت کے تصدق سے کسی کے لیے انکار و تکرار کی گنجائش نہیں رہی۔ نیز حضور کی جناب میں میں نے عرض کیا کہ آپ کے غلام کی عمر پچاس تک پہنچ گئی ہے۔ میں نے پوری زندگی میں ایسا اعجوبہ نہیں دکھایا۔ حضور پر نور ۲۰، ب / ازراہِ شوخی اپنی آنکھوں کو ایک طرف ذرا گھما کر چھیڑنے کے انداز میں متبسم ہوئے اور ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے ہندی زبان میں فرمایا:

"کیا خوب! ادھر دیکھئے سبحان اللہ، چہ خوش،
آپ پچاس برس کے ہیں!"

میں نے دونوں ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ حضور کے نزدیک میری عمر کیا ہو گی۔ فرمایا:

"صاحب، مجھے تمہارا راز فاش کرنا کیا ضرور ہے"[14]۔

پھر اس جگہ سے میاں آفرین صاحب اور میاں خواجہ حسین صاحب نے رخصت طلب کی کہ اندر تشریف لائیں (؟) مجھ سے فرمایا:

"ہم اس کے واسطے چھوٹی ڈبیاں بنالیں گے"[15]

میں نے عرض کیا کہ ڈبیوں کے اندر یہ تماشا ممکن نہیں۔ (ان کوئلوں سے آگ) پیدا کرنے کے لیے شیشۂ آتشی شرط ہے اور ضروری ہے کہ شیشۂ آتشی کا منہ اس طریقے سے بند ہو کہ اس کے اندر ہوا داخل نہ ہو سکے اور پانی (بھی داخل نہ ہو سکے)۔ (الغرض) خوب احتیاط لازم ہے۔ علاوہ ازیں میں نے عرض کیا کہ شیشہ حضور کی نگرانی میں رہے، فرمایا:

"اچھا، آدمی کو سونپ دو"[16]۔

نیز میں نے عرض کیا: "پیر و مرشد، اس کا گنا نہ کھلے۔[17] جب بھی کسی کو (یہ تماشا) دیکھنا منظور ہو تو اس

شیشے سے تھوڑے کوئلے فوراً نکالے اور اسی وقت ڈاٹ لگا دے، ایسا نہ ہو کہ اس کے اندر کچھ ہوا داخل ہو جائے فرمایا:

"اس آدمی کو جسے تم نے شیشہ سونپا ہے سمجھا دو
کہ گرہ کھلنے نہ پاوے" [۱۸]

الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلك والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمّد وآلہ اجمعین۔

سترہویں کا احوال، روز جمعہ، ماہ جمادی الثانی، سنہ (۱۲۲۳) ۲۱ الف / ہجری نبوی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ، چوں کہ تعطیل کا دن تھا اس لیے میں سوار ہو کر دربار نہیں گیا۔

اٹھارویں تاریخ کا احوال، روز شنبہ، ماہ جمادی الثانی، سنہ ۱۲۲۳ ہجری نبوی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ ..... میں نے (حضور کی خدمت میں) سلام عرض کیا۔ اسی وقت مجھے دیکھ کر گیتھولک عیسائی نے حضور سے پوچھا: "انشاء اللّٰہ خاں صاحب نے کون سی چیز (آپ کی) نذر کی ہے؟" حضور نے فرمایا: "کوئلے جو بغیر آگ کے دہک اٹھتے ہیں۔" میں کھڑا رہا۔ باتیں ہوتی رہیں۔ ہوتے ہوتے مکانات کے نقشے دکھائے گئے۔ سب لوگ محظوظ ہوئے۔ میں نے بھی بہت تعریف کی اور کہا کہ قلعہ شاہجہان کا دیوانِ خاص ایسا ہی خوبصورت ہے۔ حضور نے مجھ سے فرمایا: "اس کے اندر سُرخ پتھر ہیں۔" میں نے کہا: "دیوانِ خاص کے پتھر سرخ نہیں بلکہ سفید ہیں، سب سنگِ رخام۔ دیوانِ عام کے پتھّر سُرخ ہیں۔" دیگر میں نے پوچھا: "ڈیک، ہیں جاٹوں نے بھی مکانات تعمیر کیے ہیں۔ اصولِ (فنِ تعمیر) کے لحاظ سے اچھے ہیں یا برے (میں اس سلسلے میں کوئی رائے دینے سے قاصر ہوں اس لیے کہ) جب میں نے یہ مکانات دیکھے تھے اسی وقت مکانات کی (خوبی یا خامی) سمجھنے کا مجھ میں سلیقہ نہیں تھا۔" دیگر میں نے پوچھا: "ولایت میں عمارتیں کیسی ہوتی ہیں؟" آپنے کہا: "سب خراب۔" میں نے کہا: "نئی (عمارتیں)؟" آپنے فرمایا: "(فنِ تعمیر کے) اصُول کے ۲۱، ب / خلاف ہوتی ہیں۔"

انیسویں کا احوال، روز یک شنبہ ماہ جمادی الثانی، سنہ ہجری نبوی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ بارہ سو تیئس، حضور چائے پانی، کے لیے تشریف لائے تھے۔ مجھے ایک ساتھی مل گیا تو میں فرح بخش محل میں ٹھہر گیا۔ نصر الدولہ نے ایک بچہ (خدمت میں) پیش کیا۔ میں نے کہا: "اس بچّے کے چہرے سے تقدس و متانت ٹپکتی ہے۔" پھر حضور نے چھوٹے صاحبزادے قاسم علی خاں کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا: "اس بچے کا جواب کہاں۔" حضور نے خوش ہو کر خود فرمایا: "ہاں ہاں۔" میں نے کہا: "اس کے ہونٹ پر یہ چوٹ کیسے آئی؟" آپ نے کہا: "آغا صاحب کا کوئی دوش نہیں، یہ نشان پیدائشی ہے۔"

دیگر خواجہ حسین صاحب سے میں نے کچھ باتیں کیں۔ حضور نے مجھ سے پوچھا: "کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے کہا: "نادر شاہ، محمد شاہ اور امیر خاں کے بارے میں ایک قصّہ ہے۔" حضور یہ بات سن کر متوجہ ہوئے۔ وہ قصہ میں نے پورا سنایا اور آصف جاہ کی رباعی پڑھی اور صمصام الدولہ کی رباعی بھی پڑھی۔ وہ قصہ یہ ہے۔ محمد شاہ اور شاہ شاہان نادر صاحب قران قہوہ پی رہے تھے اور امیر خاں عمدۃ الملک کھڑے ہوئے تھے۔ عمدۃ الملک امیر خاں نے آصف جاہ نظام الملک کی یہ رباعی پڑھی:

راح است قہوہ روح فزا و کسل گسل
آرام جان و قوتِ اعضاء و قوتِ دل
۲۳، الف
تقریبِ اجتماع جوانانِ پارسا
تفریح بخشِ خاطرِ پیرانِ مضمحل

محمد شاہ فردوس آرام گاہ نے امیر خاں سے پوچھا کہ صمصام الدولہ خان دوراں خان نے قہوے کی ہجو کہی ہے، تمہیں یاد ہے۔ اس نے کہا: "جی ہاں۔" آپ نے فرمایا: "سناؤ۔" اس نے اس خوف سے کہ شاہ شاہان نادر صاحب قران قہوہ پی رہے ہیں وہ ہجویہ رباعی نہیں پڑھی۔ شاہ شاہان نے فرمایا: کلامِ شعرا آیت و حدیث نہیں ہے۔ اب جب کہ پیالے میں سوائے تلچھٹ کے کچھ اور باقی نہیں رہا قہوے کو چاہے کچھ بھی کہو کوئی مضایقہ نہیں، تم پڑھو۔" امیر خاں نے حسبِ ایما۔ وہ رباعی پڑھی۔ وہ رباعی یہ ہے۔ رُباعی:

گویند بدوزخ دم عیش افزودند
غساق و حمیم است قدح پیمودند
آں آب غلیظ و تلخ و جوشان و سیاہ
معلومم شد کہ قہوہ خواہد بودند

(نادر شاہ کا) خود امیر خاں کو قہوہ دینا اور امیر خاں کا محمد شاہ سے یہ کہنا کہ قہوے کا فنجان حضور کے ہاتھ سے لے کر اپنے غلامِ شاہ شاہان کو دیجیے، کہ میری یہ مجال نہیں کہ میرا ہاتھ شاہ شاہان کے ہاتھ تک پہنچے۔ جناب عالی نے میری بات سن کر فرمایا[قلمی] .... دیگر خیریت ہے۔

[قلمی] پیراگراف کی ابتدا میں "جناب عالی بو موزیم ایشیٹیپ ...." (جناب عالی نے میری یہ بات سن کر) اور پیراگراف

(بقیہ صے پر)

ماہ جمادی الثانی کی بیسویں کا احوال، روز دوشنبہ، سنہ ہجری نبوی صلی علیہ وآلہ میں نے حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا اور پوچھا ب/ "حضور کی مشق انگریزی اس دوران میں کہاں تک پہنچی[20]۔" ہندی زبان میں ارشاد ہوا:

"ہاتھی دانت کی ڈبیاں بنالیتا ہوں[21]۔"

مرزا قاسم علی خاں نے کہا: "مجھے اپنے باغ سے وحشت ہوتی ہے اس لیے کہ (اس کے) نزدیک قبریں ہیں۔" حضور نے کہا: "قبروں کی ہمسائگی اچھی ہے۔" میں نے کہا: "آپ جو کچھ فرماتے ہیں شریعت میں ایسا ہی ہے لیکن اطبا کہتے ہیں کہ اس سے عمر کم ہوجاتی ہے۔" حضور نے مجھ سے فرمایا: "کس دلیل کی رو سے قبرستان کے قریب رہنا برا اور قاصر عمر ہے۔" میں نے کہا: "اطبا کی رائے میں روحوں اور پرندوں میں نسبت ہے۔ پرندوں کی ڈار کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک پرندہ اڑتا ہے تو سب کو وحشت ہوتی ہے (اور وہ بھی اڑنے لگتے ہیں)۔

اکیسویں تاریخ کا احوال، روز سہ شنبہ، سنہ ایک ہزار دو سو تیئیس ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ہے۔ حسن رضا خاں کی کوٹھی پر 'چائے پانی' تھا۔ اس وقت میں آداب بجالایا اور ٹھہر گیا۔ میاں آفرین علی خاں نے ہنستے ہوئے اپنے منہ سے ایک آواز نکالی۔ میں نے (اس سے) کہا: "تو ہکلا رہا ہے۔" حضور نے میری یہ بات سن کر فرمایا: "یہ تو گدھے کی آواز ہے۔" میں نے کہا: "میاں آفرین علی خاں ناحق آوازیں

بقیہ ص ــــ سے آگے

کے آخر میں "بیوردی" (فرمایا) آیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود نواب سعادت علی خاں نے انشا کو نادر شاہ کا امیر خاں کو قہوہ دینا وغیرہ یہ سب تفصیلات بتائیں لیکن شروع میں انشا نے اس طرح لکھا ہے کہ گویا نواب سعادت علی خاں یہ قصہ نہیں جانتے تھے اور خود انشا نے یہ قصہ انھیں سنایا۔ اس لیے میں نے محولہ بالا پیراگراف کا ترجمہ کرتے وقت ابتدائی جملہ "جناب عالی نے میری یہ بات سن کر" کو پیراگراف کے آخر میں لکھے ہوئے فعل "فرمایا" سے متعلق کر دیا ہے یعنی میں یوں سمجھ رہا ہوں کہ انشا ہی نے قصے کی تمام تفصیلات سنائیں جنھیں سن کر نواب نے کچھ کہا۔ لیکن نواب نے کیا کہا انشا نے اس کی وضاحت نہیں کی اور جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

۲۰ے متن میں "چرخِ قیلتماق ایچرہ" ہے۔ 'قیلتماق' کے معنی 'واپس ہونا' ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ مصنف پورا فقرہ کس معنی میں استعمال کر رہا ہے۔ میں نے اس کا ترجمہ "اس دوران میں" کیا ہے۔

( ) انشا نے مشقِ انگریزی کے بارے میں پوچھا تھا۔ نواب جواب میں ہاتھی دانت کی ڈبیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ عجیب بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ شائد بیچ میں کچھ عبارت رہ گئی ہو۔

۲۱ے یہاں لفظ 'نغ' یا 'نف' جیسا لکھا ہوا ہے۔ میں نے اسے 'نغوۃ' سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ (بقیہ ص 46 پر)

نکال رہا ہے۔"

دیگر یہ کہ مرزا تقی خاں نے حضور کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا، قافیہ اصفیا، اغنیا۔ جیسے ہی وہ قصیدہ پڑھ چکے ۲۳، الف / میں نے ہندی زبان میں یہ مصرع (کذا) پڑھا:

سن قصیدہ یہ تمہارا سیدانشا نے کہا

واہ وا سو واہ وا سو واہ وا سو واہ وا سو واہ و!

اور مرزا تقی سے کہا: "تعریف کرتے ہوئے حضور کے سامنے زور زور سے کچھ کہنا اور آواز کو بلند کرنا سوئے ادب ہے اس لیے میں نے اس مصرع (کذا) پر اکتفا کی۔ نئے نئے مضامین اور تمثیلیں تم نے باندھی ہیں۔" حضور پرنور نے میری یہ بات سن کر فرمایا: "اسے باذوق آدمی ہی سمجھتا ہے۔ نادان لوگ کیا جانیں میں اسے بہ نظر غائر دیکھوں گا۔ پڑھنا اور سننا دونوں سرسری باتیں ہیں۔" اس بات کے بعد حضور نے شیشے سے ایک (قسم کا) اچار نکال کر مجھے عنایت فرمایا کہ تم چکھو اور بتاؤ کہ یہ اچار کاہے کا ہے۔ حسبِ ارشاد اپنی انگلی سے ایک قاش نکال کر میں نے کھائی اور کہا: "یہ اچار زمین قند کا ہے۔"

آج کہ 'تومکارین'، (جمادی الثانی) مہینے کی تیئیسویں، دن بدھ، سنہ ایک ہزار دو سو تیئیس ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ہے، (حضور کا) نیاز حاصل نہیں ہوا۔

ماہ مذکور کی چوبیسویں، روز پنج شنبہ، ۲۳، ب / سنہ ایک ہزار دو سو تیئیس ہجری ہے، میرے سلام کرتے ہی حضور نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا: "اس کے دل کو 'رجوع' نہیں ہے بلکہ 'قلب' ہے۔" میں نے کہا: "چہ خوش، سبحان اللہ! (کیا خوب) فرمایا۔ جی ہاں، درست، ہر دل جس کو رجوع ریائی ہو وہ قلب ہے یعنی معکوس ہے۔" نیز ارشاد ہوا کہ القلب یھدی الی القلب کے کیا معنی ہیں۔ میں نے کہا: "دل کو دل سے راہ ہے۔ ایک کے چاہنے کا اثر دوسرے پر ضرور ہوتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "تجربہ اس کے خلاف ہے۔"

دیگر یہ کہ دربار کے مقربین کے بارے میں حضور ازراہِ تعریض وکنایہ (کچھ) فرما رہے تھے کہ میں نے عرض کیا: "اللہ جل شانہ کے فضل سے یہ سعادت غلام کو حاصل ہے کہ:

بقیہ ص 45 سے آگے

'نغوۃ' کے معنی فرہنگ آنندراج میں آواز کے دیے ہیں، کالم ۲، ص ۵۹۵ جلد سوم، لکھنؤ، ۱۳۱۳ھ۔ اگر یہاں لفظ 'نغم' پڑھیں تو اس کے معنی "آواز و صدائے سخن کردن ہیں۔" کالم ۲، ص ۲۱۵۰، برہان قاطع، ج ۴، چاپ دوم، ۱۳۴۲، مرتبہ دکتور محمد معین، تہران۔

السابقون السابقون اولئك اصحاب المقربون ۔ جیساکہ اہلِ دین نے لکھا ہے۔" حضور نے فرمایا: "لفظ اصحاب کو حذف کر دو۔" میں نے کہا: "کیا خوب (لیکن) تشبیعِ متعارف کے لیے لفظ اصحابؔ کی قید اچھی ہے۔"

دیگر یہ کہ میں نے مرزا تقی صاحب المتخلص بہ ہوس کے سامنے ڈھیرے سے اپنا ایک مطلع پڑھا۔ انھوں نے میرے شعر کو بہت پسند کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "کیا ہے؟" میں نے حقیقتِ حال عرض کی وہ شعر یہ ہے۔ شعر:

۲۴، الف مرحلہ وداع کا دارد / اگر ہو کر سلام
سلسلہ، دراکو اور عالم گرد راہ کو

نیز یہ کہ میں نے کہا: "میں تمام شرعی قسمیں کھا کر کہتا ہوں کہ حضور کی جوتیاں اٹھانے کے صدقے میں خادم کے والد میر ماشاء اللہ خاں اگرچہ بہت زیادہ صاحبِ مقدرت تھے لیکن وہ مدت العمر کبھی ایسے کبھی ویسے مکان میں رہے مگر کوئی کشادہ مکان اور صحن نہیں بنایا۔ اس حوض میں غوطہ زنی کا ایسا موقع انھیں کہاں نصیب ہوا جو حضور کے تصدق سے فدوی کو حاصل ہے۔" اور میاں آفرین نے مرزا قتیل کے ساتھ حوض میں غوطہ زنی کے وقت کریلا کھانے کا ذکر کیا۔ میں نے کہا: "عجیب منظر ہوتا ہے اور (اس میں بڑا) آرام و سرور ملتا ہے۔ میاں ہوشمند علی خاں جو غریب خانے پر آئے تھے اور (اس وقت) موجود تھے کریلا کھانے میں (تو ہمارے ساتھ) شریک رہے لیکن ..... کی وجہ سے غوطہ زنی نہیں کی۔" اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "ہوشمند علی خاں تمہارے قریب رہتے ہیں؟" میں نے کہا: "نہیں دور (رہتے) ہیں لیکن میری ملاقات کے لیے آئے تھے۔ جب بالا خانے پر آئے تو اپنے پہلے مکان کو دیکھ کر خوب چیخے چلائے۔" اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "سب خواجہ سراؤں کا (یہی) شعار ہے، اگر ان سے کوئی بازپرس کی جائے تو وہ ساری دنیا کو گالیاں دینے لگتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ تھوڑی اعتنا کی جائے تو وہ نرم پڑ جاتے ہیں۔

نیز میں نے عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ ہوشمند علی خاں جیسا نادان اور احمق شخص سارے زمانے میں کوئی نہیں ملے گا۔ ارشاد ہوا: ۲۴، ب / "ہوشمند کس لحاظ سے احمق ہے یہ بھی بتاؤ۔" میں نے عرض کیا: "اس سے زیادہ (حماقت) کیا ہوگی کہ خادم وہ کام کرے جو آقا کے خلاف مرضی ہو اور (اسے) اپنے نفع و آرام کا خیال نہ ہو اور اس فضا اور ہوا کو چھوڑ کر ایک تنگ و تار گوشے میں پڑا رہے۔"

اصل آیت یوں ہے: والسّٰبقون السّٰبقون ۝ اولٓئک المقربون۔

ارشاد ہوا: "اگر وہ اپنے مکان پر کچھ خرچ کر لیتا تو بہت (اچھا) ہوتا۔"

دیگر یہ کہ اپنے بنائے ہوئے حوض کے طول و عرض کے بارے میں، میں نے عرض کیا کہ اس قدر ہے کہ جب حضور کا غلام سطحِ آب پر دراز ہو جاتا ہے تو حوض کا ایک کنارہ تکیہ بن جاتا ہے۔ ارشاد ہوا: "حوض ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس سے بڑا ہو تو پھر وہ تالاب ہوگا، اسے حوض نہیں کہنا چاہیے۔" نیز ارشاد ہوا کہ ذرا یہ بتاؤ کہ...... بچہ پانی سے باہر رہتا ہے۔ (حاشیہ: میرے دل نے حضور کے ارشاد کو پا لیا اور میں ہنسا۔)

دیگر یہ کہ فیض آباد کے باشندے منوّر علی خاں جو مرد محتاط اور متشرع اور عازمِ کربلائے معلیٰ ہیں انھوں نے قاسم علی خاں کی معرفت کتاب 'لوامع' بھیجی اور درخواست کی کہ یہ کتاب حضور اپنے پاس رکھ لیں اور مجھے کچھ سفر خرچ عنایت ہو کہ میں بندگانِ عالی کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوا کربلائے معلیٰ کی طرف چل پڑوں۔

ماہ جمادی الثانی کی پچیسویں، روز جمعہ، سنہ مقدسہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیماً کثیراً بارہ سو تیئیس، آج ....

حواشی

(۱) حضورِ پُر نُور

حضورِ پر نور اور 'جناب عالی'، سے مراد اودھ کے حاکم نواب سعادت علی خاں ہیں۔ نواب موصوف ۵۸ ۱۷ء/ ۱۱۷۱ء میں پیدا ہوے۔ شجاع الدولہ کے بیٹے تھے۔ شاہ عالم جب ۱۷ ۱۷۶۹ء/ ۱۱۸۳ء میں الٰہ آباد پہنچے تو سعادت علی خاں بھی ان کی خدمت میں کچھ مدت رہے۔ شاہ عالم ان سے بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے تھے (روزنامچہ ورق ۴ب، ۵الف) ۹۸ ۱۷ء/ ۱۲۱۲ء میں مسند وزارت پر متمکن ہوئے۔ جانوروں اور پرندوں کو جمع کرنے اور عمارتیں بنانے کا بہت شوق تھا۔ مہمات ملکی بھی نہایت انہماک سے انجام دیتے تھے۔ طبیعت میں ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ انشا اور دیگر مصاحبین سے رکیک مذاق بھی کرنے سے نہیں چوکتے تھے ۱۸۱۴ء میں انتقال کیا۔ نواب کے حالات کے لیے دیکھیے:

سید غلام علی خاں: 'عمادالسعادت'، صفحات ۱۵۹۔ ۲۰۴، لکھنؤ ۱۸۹۷ء۔

سید محمد میر: 'سوانحات سلاطین اودھ' (تواریخ ادب) صفحات ۱۴۸۔ ۲۰۲، جلد ۱، لکھنؤ، ۱۸۷۹ء۔

نجم الغنی خاں: تاریخ اودھ، حصہ چہارم، صفحات ۱۔ ۱۰۸، لکھنؤ ۱۹۱۹ء۔

آمنہ خاتون: تحقیقی نوادر، صفحات ۴۹۔ ۶۰، میسور ۱۹۴۹ء۔

(۲) فرح بخش:

نواب سعادت علی خاں کا محل جو جنرل مارٹین کی کوٹھی کی اصلاح کے بعد ۹۴۔ ۱۷۹۳ء/

۱۲۰۸ میں تیار ہوا۔ 'لطائف السعادت' کے لطیفہ نمبر ۲۶ (ص ۴۵) میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے: "یہ جرنل مارٹین کی کوٹھی کا واقعہ ہے جسے میرے پیر و مرشد برحق (یعنی سعادت علی نے) خرید کر درست فرمایا ہے اور اب رشک فردوس بریں بنا کر فرح بخش کے خطاب سے سرفراز کیا ہے۔"

اسی کتاب (لطائف السعادت) میں انشا نے لکھا ہے:

"حسنِ اتفاق یہ ہے کہ جب یہ مکان فرح بخش کے نام سے موسوم ہوا تو مادۂ تاریخ فرح بخش باجاد واوج، (= ۱۲۰۸) میری خاطر میں گزرا۔"

(۳) قطعۂ تہنیت:

انشا جس قطعۂ تہنیت کا یہاں ذکر کر رہے ہیں وہ کلام انشا میں "قطعۂ تہنیت سالگرہ جناب عالی" کے عنوان سے ص ۳۸۷ پر درج ہے۔ اس قطعے میں کل سات اشعار ہیں اور "جب تلک عقد ثریا ..... الخ" پانچویں نمبر پر ہے۔

مرزا محمد عسکری و محمد رفیع (مرتبین): کلام انشا، الہ آباد، ۱۹۵۲

(۴) ماشاء اللہ کہا:

متن: انشاء اللہ

(۵) اولوغ نصاری:

'بزرگ عیسائی'۔ غالباً اس سے مراد کوئی پادری ہے جسے ایک جگہ کیتھولک عیسائی بھی لکھا ہے (۱۸، الف)

(۶) خان صاحب رمضان علی خاں صاحب:

نواب سعادت علی خاں کے برادر نسبتی اور داروغۂ دیوان خانہ (بقول سید محمد میر رمضان علی خاں نواب اشرف الدولہ بڑے معتمد جناب عالی تھے۔ سوانحات: ص ۲۰۰، تاریخ اودھ، حصہ چہارم: ص ۱۰۹، ۱۳۷۔

(۷) اقچہ:

(ترکی) کا قدیم چاندی کا سکہ، یہاں انشا ظاہرا روپے کے مترادف کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ص ۷۱، کالم ۲، ج ۳ حصہ ۱، گراسہ ۱۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، بار اول لاہور، مارچ ۱۹۶۔

(۸) جب بھی ہرن نکی کرتا ہے:

فرہنگ آصفیہ میں نکی آوے کو اس طرح سمجھایا ہے:" دراصل نکی (لڑکوں کے ایک کھیل کا نام) جس طرح سوتی بدا کرتے ہیں اسی طرح نکی بھی بدا کرتے ہیں، جب ایک دوسرے کو ملتا ہے تو جو سب سے پہلے کہتا ہے کہ نکی آوے تو وہ دوسروں کو ایک ٹانگ سے کھڑا کرتا ہے . . . دلی کے لڑکوں نے مولا بخش شاہی ہاتھی کو بھی سکھا رکھا تھا جہاں کہا کہ مولا بخش نکی آوے تو وہ فوراً ایک پاؤں اٹھا دیتا تھا۔" متن سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہاں ہرن کے بارے میں دراصل کیا کہا جارہا ہے۔ فرہنگ آصفیہ، ج ۴

(۹) میں نے چھ قیراط خوراک لی تھی:

متن میں اس طرح لکھا ہے:" میں نے چھ قیراط غذا کھائی تھی"۔ ممکن ہے یہ لفظ 'قیراط' ہو اور ط کتابت سے رہ گئی ہو۔ لیکن غذائی رعایت سے یہ وزن بہت ہی کم معلوم ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ اس کا وزن درہم کے بارہویں حصے کے برابر ہوتا ہے، اس لیے میں نے اس طرح ترجمہ کر دیا ہے:" میں نے چھ قیراط خوراک لی تھی"۔

(۱۰) مرزا محمد حسن قتیل:

مشہور عالم و شاعر، ۵۸ - ۵۷ء/۱۲۰۲-۱۱ میں پیدا ہوئے۔ ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں کے لشکر سے وابستہ تھے۔ غالباً یہیں انشا سے ملاقات ہوئی۔ دہلی اور لکھنؤ میں رہے۔ لکھنؤ میں انشا سے زیادہ قریبی تعلقات پیدا ہو گئے۔ عربی، فارسی، ترکی تینوں زبانوں میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ دریائے لطافت کا دوسرا حصہ جس میں منطق و عروض سے بحث کی گئی ہے قتیل ہی کا کارنامہ ہے۔ ۱۲۳۲ میں انتقال کیا۔

قاضی عبدالودود: (مقالہ نویس): مرزا قتیل، صفحات ۱۷۱ - ۱۸۰، مندرجہ رسالہ معاصر ۴، پٹنہ، دسمبر ۱۹۵۳، تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۹۹۔

(۱۱) قثاء الحمار:

ایک قسم کی نبات یا کریلا۔ ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ انشا اسے کریلا ہی سمجھتے ہیں (۹۲) مصنف مخزن الادویہ کی رائے میں اسے فارسی میں خبازۂ اسپند کہتے ہیں۔ انھوں نے

مزید لکھا ہے کہ ''اور جو لوگ اس کو کریلا ہندی جانتے ہیں وہم ہے اس واسطے کہ قثاءالحمار ادویۂ مسہلہ سے ہے بخلاف کریلا کے اور کہتے ہیں کہ ہندی میں کڑی اور کچڑی کڑوی کہتے ہیں اور محتمل کہ بلول تلخ بری کہ کندرو کہتے ہیں ہووے اس کی ماہیت میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں نبات اس کی مشابہ نبات قثار کے ہے ..... اور بعضوں نے کہا ہے کہ نبات ہے سبز رنگ مائل بہ سیاہی مشابہ نباتِ کبر کے اور بے خار پھول اس کا لانبا زیادہ بلوط سے (کالم، ۳) اور سبز رنگ پکّا اس کا زرد اور بہت کڑوا اسی جہت سے اس کو علقم کہتے ہیں .... بہترین اس کے اجزا ہیں پھل پکّا زرد لانبا مانند ککڑی کے بہت کڑوا کہ اس کے نبات میں ایک ہی پھل نہ ہووے''... (ص ۸۰، کالم ۱)

طبیعت اس کی گرم اور خشک دوسرے درجے میں بھی کہا ہے .... اور واسطے فالج اور لقوہ ..... اور اوجاع مفاصل ..... اور ضیق النفس اور ..... استسقار ..... کے نافع ہے۔ (ص ۸۰ کالم ۲)

اعضار النفس ..... پینا اس کے عصارے کا واسطے سوءِ تنفس کے بہت موافق ہے .... یا پانی سرد میں جلوس کریں اور پانی سرد سر پر ڈالیں اور اطراف کو ملیں'' ص ۷۹، ۸۰، ترجمہ مخزن الادویہ اردو جلد دوم، بار چہارم، لکھنؤ، ۱۹۰۰ء۔

(۱۲) میں نے بادشاہ کی بہت خدمت کی:

بادشاہ سے مراد شاہ عالم ثانی (المتوفی ۱۸۰۶ء) ہیں۔ شاہ عالم دلّی میں انشا کے اور الہ آباد میں نواب سعادت علی خاں کے مربی رہے ہیں۔ ان کے الہ آباد میں ورود کی تاریخ ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء بتائی جاتی ہے۔ انشا نے شاہ عالم کی وفات پر اردو میں ایک اور فارسی میں تین قطعے لکھے ہیں۔ شاہ عالم کو غلام قادر روہیلے نے ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۸ء میں اندھا کر دیا تھا۔ ۱۸۰۶ء میں انتقال کیا۔

مرزا سلیمان شکوہ، مرزا سکندر شکوہ اور اکبر شاہ تینوں شاہ عالم کے صاحبزادے ہیں۔

مرزا سلیمان شکوہ:

یہ والد کے نابینا کر دیئے جانے پر دہلی چھوڑ کر لکھنؤ چلے آئے تھے (۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء)۔

صاحب ذوق اور قدر شناس واقع ہوئے تھے۔ انشا، مصحفی، جرأت، سوز وغیرہ ان کے دربار میں محفل شعر و سخن گرم رکھتے تھے۔ انشا ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۱۵ھ تک ان کے دربار سے وابستہ رہے۔

مرزا سکندر شاہ:

یہ بھی دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے۔ سعادت علی خاں نے ان سے خوب راہ و رسم پیدا کر لی تھی۔ ان کی سلامت روی سے بہت خوش تھے اور ان کے لیے ہزار روپے اپنی سرکار سے مقرر کر دیئے تھے (سوانحات سلاطین اودھ، ص ۱۷۴)

اکبر شاہ:

اپنے والد شاہ عالم ثانی کے انتقال کے بعد ۱۸۰۶ء میں تخت دہلی پر متمکن ہوئے۔ ان کے زمانے میں سارا اقتدار کمپنی کے ہاتھ میں تھا۔ ۱۸۳۷ء میں انتقال ہوا۔

(۱۳) خواصی:

ہودج کے پیچھے کی وہ جگہ جہاں امیروں یا رئیسوں کی سواری کے وقت اعلیٰ درجے کا ملازم بیٹھتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ، ج ۲، ص ۲۰۹، کالم ۱، لاہور، ۱۹۰۸ء۔

(۱۴) میگھڈمبر:

ایک قسم کی پالکی۔ ایک قسم کی رتھ نما شاہانہ عماری کا نام جو ہاتھی کے اوپر رکھی جاتی اور اس کی دو برجیاں آگے پیچھے ہوتی ہیں جس میں بادشاہ یا راجہ بیٹھتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ، ج ۴ ص ۵۰۶، کالم ۲، لاہور، ۱۹۰۸ء۔

(۱۵) تلوار باز:

تلوار: سنسکرت (تروار) ہے۔

مونیر ولیمس: سنسکرت انگلش ڈکشنری، ص ۴۳۸، آکسفورڈ، ۱۹۶۳ء۔

'باز' فارسی کا لاحقہ ہے اس لحاظ سے 'تلوار باز' کی ترکیب انشا کے لیے باعث تعجب ہوئی۔

(۱۶) دولت خانہ :

نواب آصف الدولہ کا بنایا ہوا محل۔ نواب سعادت علی خاں بھی اس میں روز مسند نشینی سے پانچ برس تک رہے ہیں۔ (سوانحات سلاطین اودھ ص ۱۷۱)۔ ڈائری سے پتا چلتا ہے کہ 'فرح بخش' میں آنے کے بعد بھی نواب کے چاے پانی کا پروگرام کبھی کبھی دولت خانے پر بھی رہتا تھا۔

(۱۷) سجاد :

سجاد کا پورا نام میر سجاد ہے۔ میر کی نظروں میں یہ "شاعرِ خوب ریختہ" تھا۔ گردیزی نے اسے آبرو کا تربیت یافتہ بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سجاد کے اشعار آبرو کے اشعار سے بہتر ہیں۔ (ص ۸۲، تذکرہ ریختہ گویاں، اورنگ آباد ۱۹۳۳ء)۔ مرزا علی لطف نے بھی 'گلشن ہند' میں اسے آبرو کا شاگرد بتایا ہے (گلشن ہند مرتبہ شبلی، ص ۱۱۹، لاہور ۱۹۰۶ء) مصحفی نے سجاد کو آبرو کا صرف ہم عصر بتایا ہے اور خاص طور پر اس کے 'شعر ایہام' کی طرف اشارہ کیا ہے (ص ۱۲۹، ریاض الفصحا مرتبہ عبدالحق دہلی ۱۹۳۴ء)۔

قائم نے اسے 'متوطن شاہ جہاں آباد' (مخزن نکات، ص ۲۸) اور قاسم نے اسے اکبرآبادی لکھا ہے (ص ۲۹۰، مجموعہ نغز) ان تمام تذکروں میں سجاد کا محولہ بالا شعر (چرخ کج باز نے ....الخ) نہیں ملا۔ بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انشا کو سجاد کی یہ زمین پسند آئی اور انھوں نے غالباً ۱۲۲۳ھ میں (یعنی ڈائری لکھنے ہی کے دوران میں) ایک غزل 'سلطنت بیچتے ہیں دردکشاں خاک کے مول' الخ لکھ ڈالی۔ (کلام انشا، مرتبہ عسکری و رفیع، ص ۱۲۶، الہ آباد ۱۹۵۲)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایہام گوئی کے باوجود سجاد کا کلام کافی مقبول ہو چکا تھا جیسا کہ ڈائری سے پتا چلتا ہے کہ نواب سعادت علی خاں کو سجاد کے کچھ اشعار زبانی یاد تھے۔

انشا نے سجاد کی ایک اور غزل کی تجنیس بھی کی ہے (کلام انشا، ص ۲۷۹)۔

سجاد کے لیے دیکھیے :

میر (مرتب : عبدالحق) نکات الشعرا، صفحات ۶۰ - ۷۲ -
سرور (مرتب : خواجہ احمد فاروقی) : عمدۂ منتخبہ، صفحات ۳۵۲ ، ۳۵۳ ، دہلی ۱۹۶۱ -

(۱۸) مرزا تقی :

مرزا تقی خاں ہوس، ولادت ۱۱۹۲ھ ، انتقال ۱۲۶۰ھ - صاحب دیوان شاعر ہے اس کی ایک مثنوی "لیلیٰ مجنوں" بھی مشہور ہے -
مصحفی (مرتب : عبدالحق) : ریاض الفصحا، ص ۳۶۶ - ۳۶۷ ، دہلی ۱۹۳۴ - احمد حسین سحر (مرتب : نعیم احمد) : بہارِ بے خزاں، ص ۲۸ ، دہلی ، ۱۹۶۸ - سرور (مرتب : خواجہ احمد فاروقی) عمدۂ منتخبہ، ص ۸۲۴ ، دہلی ، ۱۹۶۱ - ایف فیلن و مولوی کریم الدین (مرتب : عطا کاکوی) : طبقات الشعراے ہند ، طبقہ سوم ، ص ۲۴ ، (مطبوعہ رسالہ معاصر) پٹنہ ، ۱۹۶۷ء -

(۱۹) خواجہ حسین :

لطائف السعادت سے پتا چلتا ہے کہ نواب ان کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے پیش آتے تھے (لطائف، ص ۲۵) - تاریخ اودھ میں 'سید خواجہ حسین چشتی' سے بھی غالباً یہی مراد ہیں (ج ۴ ، ص ۷۹ - ۸۴ ، ۳۱۱)

(۲۰) اشرف علی خاں :

یہ غالباً اشرف علی خاں ہیں ، ان کا ایک بار ذکر آفریں علی خاں کے ساتھ تاریخ اودھ ج ۴ ص ۶ پر آیا ہے - " غرض جس روز نواب سعادت علی خاں شہر لکھنؤ میں داخل ہوئے اسی رات کو وزیر علی خاں کوٹھی بی بی پور میں گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظر بند ہوا - فقط آفریں علی خاں اور اشرف علی خاں اس کے پاس رہے " یہ بقول سید میر نواب کے مقرب خاص تھے - آفریں علی خاں کی طرح خواجہ سرایان دربار میں سے معلوم ہوتے ہیں -

کتب حوالہ :

(ا) تاریخ اودھ ، ج ۴ ، ص ۶
(ب) سوانحات سلاطین اودھ ، ج ۱ ، ص ۱۵۴ ، ص ۱۵۶ -

(۲۱) پرو جوت نگر :

شاید پردیوت نگر مراد ہے جوالہ آباد کے مغرب میں ہے۔ ڈائرکٹر آف ملٹری سروے : گزے ٹیر آف انڈیا اینڈ پاکستان، ص ۱۰۲۰، ۱۹۵۳۔

(۲۲) سیتا کنڈ :

گرم پانی کا چشمہ۔

(۲۳) حسن رضا خاں :

نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خاں۔ نواب سعادت علی خاں کے نائب۔ نواب ان سے ناراض تھے۔ ۱۸۰۱/۱۲۱۶ھ میں انتقال کیا۔

عماد السعادت، ص ۱۷۴

سوانحات سلاطین اودھ (تواریخ اودھ)، ج ۱، ص ۱۵، ۱۵۳، تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۱۵، ۲۳، ۶۴۔

(۲۴) ڈاکٹر ولیم :

ڈاکٹر ولیم نواب سعادت علی خاں سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ لطائف السعادت میں بھی ان کا ذکر آیا ہے (ص ۶۴، ۶۵)۔

(۲۵) استسقا :

جلندر کی بیماری جس سے پیٹ بڑھ جاتا ہے اور پیاس بہت لگتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ استسقاے زِقّی، استسقاے طبلی اور استسقاے لحمی۔

استسقاے آبی یا زقی : جس میں معدہ کے پردوں اور دل و جگر وغیرہ میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔

استسقاے طبلی : وہ استسقا جس سے ہوا ان مقاموں میں جہاں جہاں پانی جمع ہوتا

سے بھر جائے۔
استسقائے لحمی: استسقا کی وجہ سے جب اعضا میں ورم ہو جائے تو استسقائے لحمی کہتے ہیں۔
کالم ۲، ص ۹۷، فرہنگ آصفیہ، جلد اول، لاہور، ۱۹۰۸ء۔

(۲۶) آفریں علی خاں:

نواب کے بڑے چہیتے خواجہ سرا۔ نواب اکثر ان سے بڑی بے تکلفی سے پیش آتے تھے (لطائف ص ۳۳، ۴۱، ۴۹، ۶۳، ۶۵) تاریخ اودھ سے پتا چلتا ہے کہ دربار نواب میں (ص ۶۵) عہدۂ نظارت ان سے متعلق تھا۔ ۱۲۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۱۶، ۶۷، ۱۳۹، ۱۴۷۔ سوانحات سلاطین اودھ، ص ۱۵۵

(۲۷) دیوان سیتل: ؟ (۲۸) منشی محمد بخش:

"جناب عالی کے شہر سے کوئی شخص بغیر چٹھی نکاسی کے شہر سے باہر نہ جا سکتا تھا۔ منشی محمد بخش کو یہ خدمت تھی۔ ۔ ۔" (سوانحات سلاطین اودھ، ص ۱۹۷)

(۲۹) سوء القنیہ:

استسقا کا ابتدائی درجہ۔

(۳۰) ذو اللمہ:

آں حضرتؐ کے لیے کہا ہے۔ لفظی معنی پٹے والے، شمائل ترمذی میں ہے: "حضرت براء ابن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے۔" (شمائل ترمذی مترجمہ مولانا محمد زکریا، سہارنپور، ۱۳۴۴ھ

(۳۱) اصمعی:

الاصمعی، مشہور عرب عالم۔

پورا نام : ابو سعید عبد الملک بن قریب، المتوفی : ۲۱۳ھ/۸۲۸ء، علم اللغت اور علم الشعر کا ماہر۔
ایک روایت کے مطابق جعفر بن یحییٰ البرمکی نے اسے بغداد میں ہارون رشید سے ملایا تھا جسے وہ حکایات و لطائف سے محظوظ کرتا رہتا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ راسخ الاعتقاد سُنّی تھا۔
(مقالہ نگار) بی۔ لیون : "الاصمعی"؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲، کراسہ ۱۴ ص ۸۴۹ ۸۵۳، لاہور ۱۹۶۶ء۔

(۳۲) عمرو عاص :

عمرو بن العاص : مصر کے فاتح اور والی۔ انتقال ۶۶۳ھ۔ معاویہ کے طرفداروں میں تھے۔

(۳۳) رائے رتن چند :

مراد آباد کا رہنے والا، لکھنؤ میں نواب سعادت کے عہد میں عہدۂ نیابت جرنیلی پر فائز ہوا۔ تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۱۱۵ اور ۵، سوانحات ص ۱۸۴، ۲۰۱۔

(۳۴) حسین علی خاں :

نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خاں مہابت جنگ، نواب سعادت علی خاں کے صاحبزادے۔ تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۱۰۶۔

(۳۵) وہ قصہ جو تم نے . . . . . :

"رانی کیتکی کی کہانی" کی طرف اشارہ ہے۔ یہاں جو عبارت رانی کیتکی سے دی ہے وہ مطبوعہ نسخے سے قدرے مختلف ہے (دیکھیے ص ۷، نسخۂ غلام ربانی تاباں، مکتبہ جامعہ نئی دہلی : ۱۹۶۰ء)

(۳۶) کھڑکھڑی :

(کھڑکھڑیا) ایک قسم کی گاڑی جس میں بگّی کے گھوڑوں کو سدھاتے ہیں اور اس کی

آواز کھڑ کھڑ، ہوتی ہے۔ فرہنگ آصفیہ، ج ۳، ص ۶۲۲، کالم ۱۔

(۳۷) مرزا قاسم علی خاں:

نواب قاسم علی خاں بن نواب سالار جنگ بقول نجم الغنی "یہ نواب عمدہ عمدہ کھانوں کے بڑے شوقین تھے ۔ ۔ ۔ نغمہ و سرود اور مرثیہ خوانی میں داؤد ثانی تھے۔ بوجہ دولت مندی کے حکام انگریزی ان کی بہت عزت کرتے تھے ۔ ۔ ۔"

تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۱۳۷۔

(۳۸) یاقوتی:

ایسی معجون جس کا جزو اعظم یاقوت ہو۔ آصفیہ، ج ۴، ص ۸۰۷، کالم ۱، لاہور، ۱۹۰۸۔

(۳۹) ملا بیضا:

عبداللہ بن عمر البیضاوی (المتوفی ۱۲۹۱ء) مشہور مفسر قرآن، شیراز میں قاضی رہے۔ بعد میں تبریز میں آکر مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ تفسیر کا پورا نام "انوار التنزیل واسرار التاویل" ہے۔ اس کا شمار قرآن کریم کی بہترین اور مقبول ترین تفسیروں میں ہوتا ہے۔ اس کی کئی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔

(۴۰) غلت فی الحساب و غلط فی الکلام:

فرہنگ آصفیہ میں ہے "۔ ۔ ۔ صراح میں خود موجود ہے کہ "غلت غلط" دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن ابو عمرو کا قول ہے غلت (بتائے قرشت) حساب کی چوک اور غلط (بطاے مہملہ) بات کی بھول کے واسطے ہے۔ ج ۳، ص ۳۱۲، کالم ۲، لاہور، ۱۹۰۸ء۔

(۴۱) آتشی شیشہ:

ایک قسم کی شیشی جس کو اکثر ہوس یا کیمیاگر آگ پر رکھ کر کسی چیز کا جوہر نکالتے ہیں اور وہ آگ پر ایسا کام دیتی ہے جیسے تانبے پیتل کا برتن۔ کالم ۱، ص ۱۰۶، فرہنگ آصفیہ جلد اول

طبع دوم، دہلی، ۱۹۱۸ء۔

(۴۲) ڈیگ :

جاٹوں کا مشہور قلعہ مہندر پور ڈیگ۔ مرزا نجف خاں نے ۷۶-۱۷۷۶/۱۱۹۰ میں فتح کیا تھا۔ نواب سعادت یہاں آکر مرزا سے متوسل ہوئے تھے اور تقریباً ۴ سال (۱۱۸۸-۱۱۹۱) یہیں رہے تھے۔

(۴۳) آغا صاحب :

غالباً معتمدالدولہ آغا میر مراد ہیں جو "نواب غازی الدین حیدر کے یہاں ایام صاحبزادگی اور ولی عہدی سے پیش خدمتوں کے زمرے میں ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے . . ." تاریخ اودھ، ج ۴، ص ۱۱۸۔ سوانحات، ص ۲۰۶۔

(۴۴) نادر شاہ :

ایران کا بادشاہ جو ۱۷۳۹ء میں بہ عہد محمد شاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور جس نے باشندگان دہلی کو بے دریغ تہ تیغ کیا۔ ۱۷۴۷ء میں قتل ہوا۔

(۴۵) محمد شاہ :

۱۷۱۹ء میں تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ اس کی بے عملی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا سارا شیرازہ درہم برہم ہوگیا۔ ۱۷۴۸ء میں انتقال ہوا۔

(۴۶) امیر خاں عمدۃ الملک :

عہد محمد شاہ میں الہ آباد کا والی، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ نادر کو چائے یا قہوے کی پیالی دینے کے سلسلے میں عمدۃ الملک سے جو قصہ منسوب ہے اس کا ذکر محمد حسین آزاد نے 'قصص ہند' میں کیا ہے (دوسرا حصہ، لاہور، ۱۸۸۵ء، ص ۱۷۳-۱۷۴)۔ ۱۱۵۹ میں اپنے نوکر کے ہاتھوں قتل ہوا۔

میرزا محمد بن رستم (مرتب: عرشی)؛ تاریخ محمدی، ج ۲، حصہ ۶، ص ۱۳۳، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء۔
والہ داغستانی: ریاض الشعرا: ورق ۵، ۷، مخطوطہ (نمبر ف ۴۹، سالار جنگ میوزیم لائبریری، حیدر آباد)

(۴۷) آصف جاہ:

نظام الملک آصف جاہ۔ ۱۳-۱۷ء میں فرخ سیر نے اسے دکن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ ۱۷۲۴ء میں اس نے دہلی سے بغاوت کر کے دکن میں اپنی مستقل سلطنت قائم کر لی تھی۔ طویل کامیاب حکومت کے بعد ۱۷۴۸ء میں انتقال کیا۔
والہ داغستانی: ریاض الشعرا: ورق ۴۷ ب، ۵، ۱، مخطوطہ سالار جنگ میوزیم لائبریری، نمبر ف ۲۹، حیدر آباد۔
آزاد بلگرامی: سرو آزاد: ص ۱۷۳-۱۸۴، حیدر آباد، ۱۹۱۳ء۔

(۴۸) صمصام الدولہ:

نواب صمصام الدولہ خاں دوران بہادر موسوم بہ خواجہ عاصم۔ تاریخ انتقال ۱۱۵۱ھ محمد شاہ کے زمانے میں امیر الامرا تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر لکھتے تھے۔
مبتلا (مرتب: سید مسعود حسن رضوی): گلشن سخن، ص ۱۶۶، علی گڑھ۔ حیدری (مرتب: مختار الدین احمد): گلشن ہند، ص ۷۰-۷۱، دہلی ۱۹۶۷ء

(۴۹) رجوع اور قلب:

رجوع کے لفظی معنی توجہ اور رغبت کے اور قلب کے 'الٹا' اور 'کھوٹا' کے ہیں۔ رجوع اور قلب (مقلوب) دو ادبی اصطلاحیں بھی ہیں۔ رجوع میں ایک تشبیہہ دے کر پھر اس کی نفی کی جاتی ہے۔ مقصد مشبہ کو مشبہ بہ سے برتر ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ بیان و بدیع کی قدیم ترین فارسی تصنیف ترجمان البلاغہ میں اس کا نام 'التشبیہ المرجوع عنہ' دیا ہے۔ قلب (مقلوب) میں ایک لفظ کو پوری طرح الٹ کر یا اس کے کچھ حروف کو الٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔
محمد بن عمر الرادویانی (مرتب: احمد آتش): ص ۵۱، استنبول، ۱۹۴۹ء۔

(۵۰) میر ماشاء اللہ خاں :

انشا کے والد۔ انشا نے اپنی ایک اور تصنیف 'سلک گہر' (مرتبہ عرشی، ص ۳۹) میں بھی ان کی دولت و مقدرت کا ذکر کیا ہے۔ وہ ماہر طبیب اور جری سپاہی کی حیثیت سے بھی مشہور تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ مصدر تخلص تھا۔ نواب شجاع الدولہ کے زمانے میں بنگال سے اودھ آئے۔ اور آخر عمر میں فرخ آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں مدفون ہیں۔ جناب قاضی عبدالودود نے دیوان ہذا کے دیباچے کے حوالے سے ان کے مفصل حالات رسالہ 'معاصر' میں پیش کر دیے ہیں (حصہ دوم، ص ۳۳، ۳۶، جنوری ۱۹۵۲)

(۵۱) میاں ہوش مند علی خاں :

دربار نواب سعادت علی کے خواجہ سرا۔ لطائف السعادت میں بھی ان کا ذکر ص ۱۵۹ اور ص ۶۵ پر آیا ہے۔

(۵۲) منور علی خاں : ؟

(۵۳) لوامع : مولانا جامی کی تصنیف جو ابن فارض کے قصیدۂ خمریہ کی شرح پر مشتمل ہے۔
تاریخ تصنیف ۸۷۵ھ

اشاریہ

(الف) اشخاص :

(الف) آصف جاہ ص 44

آفریں علی خاں 30 ، 32 ، 37 ، 41 ، 42 ، 45 ، 47 ، 57 (حواشی)

آمنہ خاتون 7

ابوبکر 34

اشکر اللہ 13

اصمعی 33 ، 57 (حواشی)

اظفری 9

امیر خاں (عمدۃ الملک) 44

ب

بابر 9

(قاضی) برہان الدین 12

بوعلی خاں حکیم 25

بیرام خاں 9

ت

تعالیٰ اللہ 13

ح

حسن رضا خاں. 28 ، 56 (حواشی)

حسین علی خاں 36 ، 58 (حواشی)

خ

خواجہ حسین 27 ، 29 ، 37 ، 42 ، 44 ، 55 (حواشی)

د

دیوان سیتل 32 ، 57 (حواشی)

ر

رائے رتن چند 18 ، 35 ، 58 (حواشی)

رمضان علی خاں 50 (حواشی)

رنگین 9

س

سجّاد 26 ، 54 (حواشی)

(مرزا) شجاعت علی خاں 37

شرف علی خاں 27 ، 29 ، 37 ، 55 (حواشی)

ص

صمصام لدولہ 44

ع

عائشہ 34

عرشی 7

عقیل ابن ابوطالب 34

علی (امیر علیہ السّلام) 34

عمروالعاص 34 ، 58 (حواشی)

ف

فرحت اللہ بیگ 18

ق

(مرزا) قاسم خاں 37 ، 45 ، 48 ، 59 (حواشی)
قاسم علی خاں 43
قتیل 7 ، 9 ، 13 ، 16 ، 47 ، 51 (حواشی)

م

(حضرت) محمدؐ 35
محمد حسین آزاد 17
محمد شاہ 44
مختار الدین احمد 15
مرزا اکبر شاہ 25
مرزا سکندر شکوہ 25 ، 37 ، 38
مرزا سلیمان شکوہ 25
معاویہ 34
منشی محمد بخش 32 ، 57 (حواشی)
منوّر علی خاں 48
میاں نزہت 42

ن

نادر شاہ 44 ، 60 (حواشی)
نصر الدولہ 43
نوائیؔ 9

و

(ڈاکٹر) ولیم 29 ، 32 ، 56 (حواشی)

ھ

ہوس (مرزا تقی) 16 ، 27 ، 28 ، 29 ، 46 ، 47 ، 55 (حواشی)
ہوش مند علی خاں 47

(ب) اماکن :

الہ آباد 13 ، 25 ، 52 (حواشی)، 60 ، (حواشی)
بغداد 58 (حواشی)
دلی 51 ، 52 (حواشی) 53 (حواشی)
ڈیک 60 (حواشی)
رام پور 7
شاہجہاں باد 48
(دہلی)
فرخ آباد 62 (حواشی)
فیض آباد 48
کربلا 48
کلکتہ 27 ، 35
لکھنؤ 51 (حواشی) 52 (حواشی) 53 (حواشی) 58 (حواشی)
مرشدآباد 14 ، 23

بیورو کی ادبی و لسانی مطبوعات

ادبیات	مصنف / مترجم	صفحات	قیمت
امریکی ادب کا جائزہ	سلامت اللہ خاں	192	9.50
انیس کے مرثیے (حصہ اول)	مرتبہ صالحہ عابد حسین	540	20/=
برنارڈ شا	عبد المغنی	96	4/=
پوشکن	ظ۔ انصاری	232	12/=
پھول بن	ابن نشاطی / مرتبہ محمد اکبر الدین صدیقی	200	8/=
تالستائے	محمد یٰسین	152	9.25
چے خف	ظ۔ انصاری	129	11/=
حیاتِ جاوید	الطاف حسین حالی	904	24/=
خسرو شناسی	مرتبین ظ۔ انصاری و ابو الفیض سحر	360	ڈی لکس 27.50 / عام 17.50
دیوانِ حسرت عظیم آبادی	مرتبہ اسما سعیدی	484	18/=
شعریات	ارسطو / شمس الرحمٰن فاروقی	100	5.25
عربی ادب کی تاریخ (حصہ اول)	عبد الحلیم ندوی	336	13/=
غالب	خورشید الاسلام	284	18/=
غزل اور غزل کی تعلیم	اختر انصاری	231	10.25
مجموعۂ نغز (تذکرہ شعرائے اردو)	مرتبہ محمود شیرانی	454	50/=

ہندی ادب کے بھگتی کال پر مسلم ثقافت کے اثرات	سید اسد علی رماجدہ اسد	304	15•
دوستوئفیسکی	ظ۔انصاری		
نالاڈیار	ایچ۔کے۔غازی	78	4•75

لسانیات، لغات، قواعد

اُردو املا	رشید حسن خاں	707	37/=
توضیحی لسانیات	ایچ اے گلیسن (جونیر) عتیق احمد	589	23/=
زبان و قواعد	رشید حسن خاں	503	17/=
فرہنگ آصفیہ (چار حصص)	سید احمد دہلوی		150/=
کیفیہ	برجموہن دتاتریہ کیفی	296	14/=
لسانی مطالعے	گیان چند جین	287	12 • 50
ہند آریائی اور ہندی	سُینتی کمار چٹرجی رعتیق احمد صدیقی	280	13 • 50

زیر طبع کتابیں

اُتر پردیش کے لوک گیت

انیس کی رباعیات

انیس کے سلام

انیس کے مرثیے حصہ دوم

اُردو ادب کی تنقیدی تاریخ

کاشف الحقائق

کتابخانہ / محمد ہارون موسیٰ

انشاء اللہ خاں انشا (1817 — 1756) اردو
کے مایہ ناز شاعر اور عالم تھے، مُرشد آباد میں پیدا ہوئے۔
پہلے دہلی اور پھر لکھنؤ آئے اور لکھنؤ کے ہو رہے۔ انشا
ذہین اور ظریف انسان تھے۔ مختلف علوم میں دستگاہ
رکھتے تھے۔ اردو، عربی، فارسی، ترکی، پشتو، کشمیری،
پنجابی اور مارواڑی زبانیں جانتے تھے۔ فارسی میں
ایک دیوان کے علاوہ دو نثری کتابیں "دریائے
لطافت" اور "لطائف السعادت" تصنیف کیں۔
اردو میں کلیات کے علاوہ "رانی کیتکی کی کہانی" اور
"سلک گہر" یادگار ہیں۔

"انشا کا ترکی روزنامچہ" ترکی زبان کے اس
لہجے میں لکھا گیا ہے جو "چغتائیہ" کے نام سے موسوم ہے۔
یہ ترکی زبان کی وہ شاخ ہے جو وسط ایشیا میں مستعمل
تھی۔ اردو زبان میں اس روزنامچے کا ترجمہ پہلی بار
ترقی اردو بیورو سے شایع کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر سید نعیم الدین (مترجم) اردو، فارسی اور
ترکی زبانوں کے ماہر ہیں۔ ان کے تحقیقی اور تنقیدی
مضامین اردو کے مقتدر رسائل میں شایع ہوتے
رہتے ہیں۔ اقبال اور رومی کی شاعری پر آ
ایک کتاب انگریزی میں بھی شایع ہو چکی ہے
مہاراشٹر کے کئی کالجوں میں پرنسپل رہے ہیں
سے سبکدوش ہونے کے بعد سے امراوتی (مہارا
میں مقیم ہیں اور یو۔جی۔سی۔ کے ایک تحقیقی منصوبے